بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ١٦	ربیع الثانی ١٤٢٩ھ / اپریل ٢٠٠٨ء	شمارہ : ٤

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ١٧ روپے.........سالانہ ٢٠٠ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ٧٥ ریال

بھارت، بنگلہ دیش.............. سالانہ ٢٠ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ............. سالانہ ٢٠ ڈالر

امریکہ.............. سالانہ ٢٥ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۹
حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۱۵
حضرت زینبؓ کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۱۷
موزے پر مسح رُخصت کی کون سی قسم ہے؟	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۰
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۳
اِس دَور کی اہم ضرورت	حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب	۳۵
اللہ ہی خالق ہے اور وہی راہ دِکھانے والا ہے	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب	۴۰
تعلیمی اِنہماک کو نصب العین بنائیں	حضرت مولانا قاری تصور الحق صاحب	۴۷
اُٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دِل پر تیر کون	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۵۱
دینی مسائل		۵۸
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۵۹
اخبار الجامعہ		۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

ملک میں ۱۸ر فروری کو عام انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی جماعتوں کی صورتحال سے سب ہی واقف ہیں، فوجی آمر صدر پرویز مشرف کی حامی جماعت مسلم لیگ ق کو بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور دیگر بہت سی مرئی اور غیر مرئی وجوہات کی بناء پر مذہبی جماعتیں بھی نمایاں کامیابی حاصل نہ کرسکیں، البتہ پی پی پی اور مسلم لیگ ن نے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے مگر اِن میں سے تنہا کوئی جماعت اِتنی مستحکم بنیاد پر کامیابی حاصل نہ کرسکی کہ وہ اکیلی نظامِ مملکت چلاسکے۔

ماضی میں یہ دونوں جماعتیں ایک دُوسرے کی دُشمن تھیں مگر حالات کے جبر نے فی الحال اِنہیں قریب کررکھا ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں شاید پہلی بار سیاسی جماعتوں میں باہمی رواداری کا مظاہرہ ایک حد تک دیکھنے میں آرہا ہے۔ کیا واقعی اِن سیاست دانوں نے حالات سے سبق سیکھ لیا ہے اور سچے دل سے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے ذاتی اور جماعتی مفادات سے بالا ہو کر صرف اور صرف قومی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے باہمی اتحاد کو مضبوط تر رکھ کر ملک وقوم کی خدمت کریں گے اور اِس کے لیے اقتدار سمیت کسی بھی قربانی سے دریغ

نہیں کریں گے؟ اگر ایسا ہے تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ ہچکولے کھاتی ناؤ کے خطرات میں شاید کمی آجائے اور اگر یہ رواداری محض دکھاوا اور وقتی ثابت ہوئی تو اِس کے نتیجہ میں ملک جس بھیانک صورتِ حال سے دوچار ہوگا وہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

ہماری دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستانی قوم کو اِسلامی قوانین کے نفاذ کی فکر عطاء فرما کر اِسلامی قوانین کے احیاء کی راہیں ہموار فرمائے، آمین۔

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 5:00 بمقام X-35 فیزIII ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

رابطہ نمبر : 0333 - 4300199 - 042 - 7726702

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

بدوضعی پسند نہیں فرمائی، صفائی کو پسند فرمایا
حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت
حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اللہ کے خاص بندے تھے
ہر کس و ناکس کو دعوے نہیں کرنے چاہئیں

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 55 سائیڈ A 1986 - 01 - 17)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وا صحابہ اجمعین امابعد !

حضرتِ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کَمْ مِّنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جن کے بال بھی ٹھیک نہیں ہیں پراگندہ سر ہیں اور پراگندہ سری یعنی سر کا بالوں کا ٹھیک نہ ہونا یہ بعض دفعہ کاموں سے تعلق رکھتا ہے اگر کسی کا کام ہے سر پہ بوجھ اُٹھانا یا اِسی قسم کی کوئی اور چیز تو اُس کے بال ٹھیک نہیں رہیں گے۔ ایک ہے بال ٹھیک نہ ہونے کی وجہ بے حسی وہ یہاں مراد نہیں، بے حسی کو پسند نہیں فرمایا اور وضع کا خراب رہنا بھی پسند نہیں فرمایا۔ ایک صاحب تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے بارے میں فرمایا کہ یہ جو اِن کے سفید بال ہیں اگر یہ مہندی لگالیں تو بہتر ہے، عند اللہ وہ سفید ہی شمار ہوتے ہیں سفید بالوں سے تو مغفرت کی اُمید ہے۔ اِسی طرح حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ مسلمان پہلے نہیں

ہوئے مکہ مکرمہ کے فتح ہونے کے بعد ہوئے ہیں۔ تو اُن کو فرمایا آپ نے تَغْیِیْرُ الشَّیْبْ کے لیے یعنی یہ جو بڑھاپے کی حالت ہے اِس کو بدلنے کے لیے رنگ لگالیں یعنی مہندی لگالیں۔

جمعہ اور صفائی :

اِسی طرح جمعہ کے دن آتے تھے لوگ اپنے کاموں سے آتے تھے تو گرمی کے دنوں میں تو پسینہ اور کام جمع ہوجائیں تو کپڑوں میں ایک طرح کی بو پیدا ہوجاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس دن نہایا کرو بہتر دُھلے ہوئے کپڑے پہنو مسواک کرو، اور روایتوں میں آتا ہے کہ جو خوشبو میسر آسکے وہ لگاؤ تو بعض ائمہ تو کہتے ہیں کہ غسل جمعہ کے دن واجب ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے جمعہ کے دن غسل۔

حضرتِ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ واجب تو نہیں ہے وجہ یہ ہوئی تھی کہ چھت بھی نیچی تھی گرمی بھی ہوتی تھی صحابۂ کرام آتے تھے تو پسینہ کی وجہ سے ایک ایسی چیز پیدا ہوجاتی تھی مسجد بڑی تھی پہلے تو تھی وہ چالیس ذراع [1] چالیس ذراع پھر ساٹھ ذراع ساٹھ ذراع ہوگئی پھر مأة فی المأة ہوئی (سو ہاتھ ضرب سو ہاتھ) سو کا مطلب ہوا ڈیڑھ سو فٹ لمبی ڈیڑھ سو فٹ چوڑی تو بڑی جگہ تھی اور چھت نیچی تھی موسم گرمی کا اور لوگ مختلف ہیں کوئی محنت کا کام کرتا ہے اور گرمیوں میں تو ویسے ہی چلنے سے پسینہ آہی جاتا ہے تو جتنا نہانے کے بعد پسینہ آیا اور اُس کی بو ہو تو وہ تو شدید ناگوار نہیں ہوتی باقی ویسے ہی نہایا بھی نہ ہو میلے ہی مستعمل کپڑے کئی دن کے ہوں تو وہ بو ناگوار محسوس ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہایا کرو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اُس وقت کی بات ہے اُس کے بعد ایسے نہیں ہے۔ کہیں آیا ہے وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ جمعہ کا غسل واجب ہے ہر بالغ پر، اور اِس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ ایک قسم کے لوگوں کی تعریف فرمارہے ہیں جن کو عام طور پر حقیر ہی سمجھا جاتا ہے تو اُس میں یہ ہے اَشْعَثَ پراگندہ سر اور پراگندہ سری کا مطلب ہے کہ وہ اِس طرح کا مزدوری محنت کا ہی کام کرتا ہے ذِیْ طِمْرَیْنِ اُس کے پاس دو چادریں ہیں بس اُونی بھی نہیں سوتی ہیں اور لَا یُعْبَأُ لَہٗ اُس کی پروا بھی نہیں کی جاتی کسی کے پاس اگر وہ جاتا ہے تو کوئی اُس کے لیے کھڑا ہو یا کچھ تعظیم کرے یا خاص پرواہ کرے ایسے نہیں ہے۔

---

[1] ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ یہ ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔

تو اِرشاد فرما رہے ہیں کہ ایسا ہے کہ وہ آئے بھی تو اُس کا کوئی خیال نہیں کرے گا اور اُس کی خدا کے یہاں جو مقبولیت ہے وہ بھی سامنے نہیں آئے گی ، بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو مجذوب جیسے ہوتے ہیں لیکن کہیں جاتے ہیں لوگوں کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ والا ہے تو اُس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور کام اُس کے لیے چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اُس کا حلیہ یہ نہیں ہوتا وہ مجذوب جیسا ہی ہوتا ہے اُس کی تعظیم بہت کرتے ہیں۔ مگر یہ شخص ایسا بھی نہیں ہے اِس کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ خدا کا مقرب ہے نہ ایسے آثار اُس پر پائے جارہے ہیں کہ وہ دُنیا کے اعتبار سے کوئی بلند مرتبہ شخص ہے دونوں اعتبار سے یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ کسی درجے کا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ایسے پسند ہیں کہ اگر وہ کسی بات کے بارے میں قسم کھالیں کہ ایسے ہوگا انشاء اللہ تو اللہ تعالیٰ اُس کی قسم پوری کرتے ہیں اگر وہ کوئی بات ایسی کہہ دیں دعوے سے تو اللہ تعالیٰ وہ پوری کردیتا ہے تو ایسے ہوا بھی ہے مگر شاذ و نادر بہت کم۔

حضرتِ انس بن نضر رضی اللہ عنہ اللہ کے پسندیدہ بندے :

جیسے کہ حضرتِ انس ابن نضر تھے اُن کی بہن تھیں رُبیّع اُن سے ایک عورت کا جھگڑا ہوا دانت ٹوٹ گیا اُس کا اِن کے ہاتھ سے تو انس ابن نضر کو پتہ چلا کہ میری بہن کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ اُس کا دانت توڑا جائے گا قصاص یعنی بدلے میں۔ یہ آئے اور اِنہوں نے آکر عرض کیا کہ کیا دانت توڑا جائے گا اِس کا ؟ تو آپ نے فرمایا کہ یَا اَنَسُ کِتَابُ اللّٰہِ قِصَاصٌ اللہ کا جو حکم ہے کتاب اللہ کے اعتبار سے جو حکم ہے وہ یہی ہے کہ قصاص ہے اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ دانت کے بدلے میں دانت ہوگا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اُس کا دانت نہیں ٹوٹے گا۔ اَب اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں تو نہیں کہی یہ بات، مقابلے میں کہنا تو کفر ہے، زبان سے نکل جانا ویسے ہی اَفسوس میں اور پریشانی کی حالت میں یہ اَلگ بات ہے۔ تو ہوا اِسی طرح پریشانی ہوئی اُن کو اور پریشانی کی حالت میں اِس طرح کی بات زبان سے نکل گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا حکم ہے۔

اللہ نے اِن کی قسم کی لاج رکھ لی :

تو اَبھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ لوگ راضی ہوگئے کہ اچھا ہمیں پیسے دیں تاوان پر راضی ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے بارے میں بھی یہی فرمایا یہ اُن لوگوں میں سے ہیں کہ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّ

اگر یہ قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُس کو پوری کردیں اوکما قال علیہ السلام۔

اِنہی کا جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت :

اُحد کے موقع پر بڑے لڑے ہیں معلوم ہوتا ہے بہت اور بڑا ہی جذبہ تھا اُن کے ذہن میں، خدا کی طرف تعلق جو تھا اللہ کی ذات سے وہ بڑا ہی جوش کا تھا تو وہ کہتے تھے کہ پہلی لڑائی جو ہوئی ہے بدر کی اُس میں میں نہیں شامل ہوسکا تو اگر اَب موقع ملا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں تو لَیُرَیَنَّ اللّٰہُ مَا اَصْنَعُ اور لَیُرَیَنَّ اللّٰہُ مَااَجِدُّ تو اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ میں کتنی کوشش کرتا ہوں اور میں کیا کرتا ہوں۔ اَب یہ جملے کہنے بھی ویسے درُست نہیں ہیں کوئی انسان کسی چیز کے بارے میں دعوی نہیں کرسکتا اور جو نیکی ہوتی ہے جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی توفیق سے ہوتا ہے تو اِنسان اپنے بارے میں اِس طرح کا دعوی زبردست قسم کا کہ اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں تو نہایت ہی عجیب سی بات ہے، یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ توفیق دے کہ میں اُس کا بدل اُتار سکوں لیکن یہ کہ میں کیا کرتا ہوں یہ میں کر کے دکھاؤں گا گویا یہ مطلب نکلا تو جملے بڑے سخت ہیں ایسے جملے عام حالات میں عام لوگوں کو تو منع کیا گیا کہ ایسے جملے بالکل زبان سے نہ نکالیں کبھی بھی۔

پھر ہوا اِسی طرح سے ہے کہ وہ اُحد کے دن لڑے ہیں اور اِس قدر زخمی ہوئے ہیں کہ اُن کو پہچانا نہیں جاسکا تو اُن کی بہن نے پہچانا ہے اُن کو اُنگلی کی کوئی نشانی تھی اُس کے ذریعہ اُس پر وہ آیت اُتری تھی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاھَدُ وا اللّٰہَ عَلَیْہِ مومنین میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے جو اللہ سے عہد کیا وہ پورا کرکے دکھایا فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ اُن میں تو کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنا عہد اور وعدہ اور ذمّہ داری پوری کردی وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ اُن میں ایسے بھی ہیں جو انتظار میں ہیں وقت آئے گا تو وہ پوری کریں گے۔

اِن کی نقل میں ایسا کرنے کی ہر آدمی کو اجازت نہیں ہے :

تو اِس طرح کی چیزیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کچھ پیش آئی بھی ہیں اَب اُن کی نقل کرنے کے لیے کوئی مجذوب بن جائے اور اِس طرح کی باتیں کرنے لگے اِس کی اجازت نہیں ہے ہاں ایسے ہوا ہے یا نہیں ہوا؟ تو ہوا ہے ایسے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُن کا درجہ خدا کے ہاں اِتنا بڑا ہے پھر فرمایا منھم البراء بن مالك ایسے لوگوں میں سے یہ صحابی بھی ہیں ہمارے (باقی صفحہ ص ۳۲)

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ میرے متعلق نسبی حیثیت سے سیّد ہونے کا اِنکار جن حضرات نے کیا ہے وہ اُس کے ذمہ دار ہیں، میں تو اپنے نام کے ساتھ سیّد لکھتا بھی نہیں ہوں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مدارِ نجات نسب نہیں ہے، عمل ہے۔ اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجہ کا ہے مگر اعمال قبیح ہیں تو مثل پسر نوح علیہ السلام وہ راندۂ درگاہ خداوندی ہے اور اگر چمار زادہ یا بھنگی زادہ ہے مگر وہ مسلمان متقی ہے تو اُس کی فوز وفلاح مثل حضرت بلال وصہیب رضوان اللہ علیہا ہے۔

☆ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے فرمانے لگے کہ بھائیو! تم میں سے جس کو روزِ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بخش دے تو تو میری شفاعت کرنا۔ لوگوں نے تعجب کیا اور کہا کہ ہم آپ کی شفاعت کریں حالانکہ آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ یہی چیز میرے لیے باعثِ بے چینی ہے، اُمت کے تمام مسلمان میرے نانا حضرت محمد ﷺ کے مہمان ہیں اور میں اُن کے خاندان کا بچہ ہوں، قاعدہ ہے کہ مہمانوں کی خدمت گزاری خاندان کے چھوٹوں پر ضروری ہوتی ہے، اگر وہ کوئی کوتاہی کرتا ہے تو صاحب خاندان بہت خفا ہوتا ہے اور چھوٹوں کو سرزنش کرتا ہے۔ اگر قیامت میں رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ جعفر! تم نے میرے مہمانوں کی کیا خدمت کی تو میں شرم کی وجہ سے منہ نہ اُٹھا سکوں گا۔ یہ اِرشاد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے اور سادات کے لیے نہایت عبرت کا فرمان ہے مگر افسوس کہ ہم انتہائی غفلت میں مبتلا ہیں۔ میں نے جب سے یہ اِرشاد دیکھا ہے بہت فکرمند رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

☆ سادات کا فرض سب سے زیادہ اور اوّلین ہے کہ آقائے نامدار علیہ السلام کی دلائی ہوئی شریعت

کو زندہ اپنے عمل سے کریں اور آپ ﷺ کی سنتوں پر نہایت مضبوطی سے چلیں۔

☆ جن صاحب کے یہاں میلاد اور عرس ہوتا ہے اور چونکہ خلافِ شرع ہوتا ہے اِس لیے اولاً اُس کی اصلاح ہونی چاہیے، اگر یہ ممکن نہیں تو آپ اُن کے اعمال میں شرکت نہ فرمائیں، ہاں اگر ظن غالب ہو کہ وہ لوگ اِس کی وجہ سے آپ کے ایذا کے درپے ہوں گے یا تعصب وغیرہ میں پڑ کر اِس سے زیادہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں افتراق کا زہریلا بازار گرم ہو جائے گا تو شریک ہو جانا جائز ہے۔

☆ اپنی غلط کاریوں کو چھوڑتے ہوئے رشتہ داروں اور اربابِ حصص کو راضی کیجئے مظلوم کی بددُعاء میں اور اللہ تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر رُخصت کرتے ہوئے فرماتے ہیں **اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها و بين الله حجاب .**

☆ اختلاط باعث عدم تنافر ہے اور وہ اقوام کو اِسلام کی طرف لانے میں والا اور تنافر باعث ضد اور عدم اطلاع علی المحاسن ہے اور وہ اِسلامی ترقی میں سدِ ارہ ہونے والا ہے، اور چونکہ اسلام تبلیغی مذہب ہے اِس لیے اُس کا فریضہ ہے کہ جس قدر ہو سکے غیر کو اپنے میں ہضم کرے نہ یہ کہ اُن کو دُور کرے، اِس لیے اگر ہمسایہ قوم ہم سے نفرت کریں تو ہم کو اُن کے ساتھ نفرت نہیں کرنی چاہیے۔

☆ افسوس ہے کہ علماء نے عوام کے پاس جانا اور اُن میں خلط ملط پیدا کر کے اُن کی اصلاح کرنا تقریباً بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اِسی طرح تعلیم یافتہ بالخصوص نوجوان طبقہ کو بھی بالکل چھوڑ دیا ہے یہ غلط ہے۔ کسی زمانے میں کفر و نفاق وغیرہ کے الفاظ سے دہشت پیدا کی جاتی تھی مگر وہ آج موثر نہیں ہیں، جدوجہد سمجھ بوجھ کر کرنی چاہیے۔

☆ حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیت وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ہی نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کو دیکھئے کہ کن شدائد میں گزری اور پھر اُن کو اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا فرمایا جاتا ہے، آپ اپنا جائزہ لیجئے چوبیس گھنٹوں میں کس قدر شکر کرتے تھے اور کس قدر نعمہائے اِلٰہیہ اِستعمال کرتے تھے، اس کے آپ مسئول ہیں۔

☆ تجارت کے متعلق اگرچہ سرمایہ کی ضرورت ہے مگر تھوڑے سے سرمایہ سے بھی تجارت میں ترقی کی جاسکتی ہے یعنی روپیہ دو روپیہ سے بھی آگے قدم بڑھایا جاسکتا ہے۔

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

۲۰ر ستمبر ۱۹۸۰ء

محترمی حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(1) آپ نے جس خرابی کی طرف اِشارہ کیا وہ میرے پیش نظر ہے اور میں آپ کے اِس خیر خواہانہ مشورہ کا ممنون ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اِس سلسلے میں آپ سے اس سلسلہ میں تفصیلی بات نہ کر سکا۔ حالانکہ میرے پاس اُس وقت تمام ریکارڈ موجود تھا۔ آپ دیکھ کر خوش ہوتے کہ میں نے اِس موضوع پر کتنی محنت کی ہے۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

وہ میری اور آپ کی پہلی ملاقات تھی اور وہ بھی ضمناً کہ نفیس رقم صاحب کی تلاش میں جامعہ پہنچ گیا اور دل میں آیا کہ آپ کی بھی زیارت کرتا چلوں ۔آپ ہمارے شیخ محترم حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ، محترم حضرت مولانا محمد میاں ؒ کے فرزند جلیل اور میرے عزیز دوست اور ساتھی مولانا معراج الحق صاحب [1] کے بھانجے ہیں ۔وہ ساری گفتگو سرسری تھی جیسا کہ تقریب ملاقات میں ہوا کرتی ہے۔

اُس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ جامعہ میں شیخ الحدیث ہیں۔کوئی مشہور عالم حدیث ایسا نہیں رہا جس سے اِس موضوع پر گفتگو نہ کی ہو سوائے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔میں اِس موضوع پر بات کرنے کے لیے کراچی گیا مگر حوصلہ نہ ہوا کہ اُن کے سامنے اِس نازک موضوع پر لب کشائی کروں۔وہ میرے اُستاد تھے اور بہت شفیق تھے۔اللہ غریق رحمت فرمائے۔آمین۔

(2) اِس راہ کی مشکلات میں سے ایک یہ ہے کہ ہم موجودہ ذخیرۂ حدیث کو بھی بچانا چاہتے ہیں اور اِس سلسلے میں غیر واقعی توجیہات سے بھی کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور بعض مرویات میں مسلمہ شخصیات کی جو کردار کشی کی گئی ہے اور اُس راہ سے معصوم اذہان میں جو زہر بھرا گیا ہے اُس کو محض تاویل، توجیہ، تعبیر اور تطبیق اور بعض دفعہ ترجیح سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔آزاد مطالعہ کرنے والوں کے لیے اِس میں دلچسپی کا سامان کم ہوتا ہے۔ایک مدرس اور محقق میں یہی فرق ہے۔محقق کو تحقیق کے بعد کسی متعین اور ٹھوس نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے اور اِس میں کئی ناگفتنی بھی زیرِ قلم آجاتی ہیں۔تحقیق تاویل اور رَواداری کا راستہ نہیں ہے۔اِس راہ میں بے لاگ اور پوست کندہ حقائق کا اِظہار ضروری ہے۔

(3) میں نے زہری کے متعلق جو کچھ لکھا تھا رجال کی کتابوں سے لکھا ہے۔حدیث کے مستند علماء قدیم کی جو آرا اُن کے متعلق کتابوں میں مذکور ہیں اُنہی کا حوالہ دیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔شیعہ رجال کی کتب تو اِنہیں شیعہ قرار دیتی ہے مگر میں نے اِس سے احتراز کیا ہے صرف مرسِل مدلِس اور مدرِج کہا ہے اور یہی ہماری رجال کی کتابوں میں درج ہے۔مشاجراتِ صحابہ کی بیشتر روایات کے یہ راوی ہیں شیعہ سنی اختلافات کا بیشتر مواد زہری کا عطیہ ہے مجھ سے پہلے مولانا احمد شاہ بخاری مرحوم ''تحقیقِ فدک''میں زہری پر کلام کر چکے ہیں ''مذہب شیعہ''میں پیر قمر الدین صاحب سیال شریف نے زہری کو شیعہ قرار دیا ہے۔مولانا عبدالستار صاحب

---

[1] سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

تونسوی اپنی تقریروں میں زہری پر کلام کرتے ہیں میں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا حوالہ ضرور دیا ہے۔

(4) ایک ضروری بات جسے ہم اکثر نظر اَنداز کر جاتے ہیں یہ ہے کہ تزکیۂ صحابہ قرآن شریف سے ثابت شدہ مسئلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اِن کے لیے اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے دین کی پوری عمارت ہی اِن کے دم سے قائم ہے۔ نبی ﷺ کے وہ براہ راست تلامیذ ہیں نیز یہ بھی اپنی جگہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اِنسان کے کمال کی بڑی علامت اُس کے کردار کی پختگی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو امتحانات کی بھٹیوں میں سے گزار کر اُن کے کردار کو سونا بنا دیا تھا۔ صحابہ ؓ کا کردار دین کی ایک مستقل قدر ہے جو روایت صحابی کے کردار کو مجروح کرتی ہو وہ میرے لیے قابل تأمل ہے اِس باب میں میں تاویل اور توجیہ کا راستہ نہیں اختیار کرتا نیز ایسی روایت راوی میں بغض صحابہ کا پتہ دیتی ہے اِس لیے قابل رد ہے۔

ہم قرآن اور رسول پر ایمان کے مکلّف ہیں۔ رجال کتب پر ایمان ضروری نہیں اور نہ ہم سے قیامت کے دن اِس کی باز پرس ہوگی۔ زہری کی خرابی کے لیے اِتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ اِن سے تسامح ہوا ہے خود ساختہ لمبی لمبی تاریخی روایتیں جن کو اربابِ سنن ومسنداد نے نیک نیتی سے قبول کرلیا ہے اِن کی صحت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ محدثین صرف احکام کی روایات کو جرح وتعدیل کے بعد قبول کرتے ہیں، تاریخی روایات کو بغیر نقد کے قبول کر لیتے ہیں۔

اِس لیے امام بخاریؒ یا امام احمدؒ نے اگر زہری کی روایات قبول کی ہیں تو یہ ہماری جرح سے متصادم نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات یعنی احکام کی صرف زہری سے ہی منقول نہیں ہیں بلکہ اور حضرات بھی اِن روایات کے راوی ہیں۔ اِس لیے اِن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے اُن حضرات نے نیک نیتی سے قبول کیا ہماری جرح بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ہمیں زہری یا عبدالرزاق سے کوئی کد نہیں ہے۔ وہ حدیث کی خدمت کی وجہ سے بے حد قابل اِحترام ہیں مگر اُن کی جو روایات کردارِ صحابہ سے متصادم ہیں ہم نے اُن کے مالہ وماعلیہ پر بحث کی ہے اور دلائل دیے ہیں۔ ہر عالم کو حق حاصل ہے کہ اِنہیں رد کرے یا قبول کرے یا سکوت کرے۔ جو کچھ لکھا ہے بدلائل لکھا ہے اور رجال کی کتب کا حوالہ دیا ہے کوئی بات بھی بلا ثبوت نہیں ہے۔ وضع حدیث کی سب سے خطرناک قسم اِدراج ہے اُس کی گرفت بے حد مشکل ہے اور یہ عبدالرزاق کے ہاں پائی جاتی ہے۔ لَعُبُهَا مَعَهَا اُس کا ایک نمونہ ہے۔

یہ حدیث عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍعَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں سند اِتنی ہی ہے یعنی مرسل عروہ ہے۔ لیکن مسلم میں عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍعَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ ہے یعنی عبدالرزاق سے نیچے صرف عبدبن حمید کا اضافہ ہے جو مسلم کے اُستاد ہیں۔ روایت صرف تعبیر کے اختلاف کے ساتھ وہی ہے جو مصنف میں ہے۔ لُعَبُھَا مَعَھَا دونوں میں ہے۔ مسلم کے اُستاد عبدبن حمید نے یہ تصرف کیا ہے کہ مرسل کو موصول بنادیا، مسلم نے یہ غفلت برتی کہ ''مصنف'' کی طرف سے رجوع نہ کیا ورنہ معلوم ہوجاتا کہ اَصل روایت مرسَل ہے۔ اِس روایت کو ائمہ حدیث میں سے کسی نے قبول نہیں کیا۔ مسند امام احمدؒ میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ ہشام کی اصل روایت جس کو تمام اربابِ صحاحؒ نے (سوائے ترمذی کے) قبول کیا ہے اُس میں کسی روایت میں بھی یہ جملہ نہیں ہے اِس روایتِ زہری کا عبدالرزاق کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے حتّٰی کہ یہ روایت ''جامع معمر'' میں بھی نہیں ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اضافہ عبدالرزاق کا ہے۔ محدثین اِسے اضافۂ ثقہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ اضافہ بغض عائشہ ؓ کی بنا پر کیا گیا ہے تاکہ اُن کو بالکل بچی ثابت کیا جائے اور بچپن کی وجہ سے قطعاً بے اعتبار ثابت کیا جائے۔ عبدالرزاق کے متعلق اُن کے معاصرین کے اَقوال نقل کردیے ہیں اُن میں سے ایک قول زید بن مبارک کا ہے۔ جب حدیث ابن الحدثان میں آئی اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے متعلق حضرت عمر ؓ کا یہ قول پڑھا کہ تو اپنی بیوی کی میراث لینے آگیا اور یہ اپنے بھتیجے کی میراث لینے آگیا تو عبدالرزاق نے حضرت عمرؓ کے متعلق کہا انظر الی ھذاالانوك جب یہ شخص اَکابر صحابہ کے متعلق اِتنا بے باک ہے اور ہم صرف حقیقتِ حال ظاہر کریں تو گستاخ۔ آخر عمر میں تو سب ہی نے عبدالرزاق کو ناقابلِ اعتماد قرار دے دیا تھا، حافظہ خراب ہوگیا تھا نابینا ہوگئے تھے غلط سلط حدیثیں بیان کرتے تھے۔ اِن کی وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ جس نے اِن سے علٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ سنا ناقابل اعتبار ہے۔ زیادہ کیا تصدیق کروں۔ وَالْبَاقِیْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ .

دُعاءگو و دُعاءجو

نیاز احمد

(جاری ہے)

عورتوں کے رُوحانی امراض

﴿ ازاِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

لباس، زیور، میک اپ (زینت) کا مفسدہ :

غضب یہ ہے کہ ایک شادی کے لیے ایک جوڑا بنا وہ دُوسری شادی کے لیے کافی نہیں۔ اِس کے لیے پھر دوسرا جوڑا چاہیے۔ یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اَب زیور کی فکر ہوئی، اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگ مانگ کر پہنا جاتا ہے اور اُس کے عاریت (مانگا ہوا) ہونے کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے اِس کو اپنی ہی ملکیت ظاہر کیا جاتا ہے یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بہ تکلف اپنی آسودگی (خوشحالی) ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اُس کی نہیں ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لیے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا۔

پھر اکثر ایسا زیور پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دُور تک جائے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں اِنہی کے نظارہ میں مشغول ہو جائیں۔ بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے، حدیث میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی (سواری) سے پلہ لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ کھل رہا ہے یا عطر اِس قدر ملا ہے کہ راستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے۔ یہ نامحرموں کے رُوبرو زینت ہے حدیث میں وارِد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اِس طرح کہ دُوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ویسی ہے (یعنی بدکار زَانیہ ہے)۔ (اصلاح الرسوم)

عورتوں کی زبردست غلطی :

یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں بھنگنوں اور ماماؤں کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحبہ بن جائیں، کوئی اِن سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض کیا صرف غیروں کو دِکھانا ہے؟ تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اُس کے سامنے کبھی نہ پہنا جائے اور غیروں کے سامنے پہنا جائے۔ حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ بات نہ بولیں، کبھی اچھا کپڑا اُس کے سامنے نہ پہنیں اور

دُوسروں کے گھروں میں جائیں تو شیریں زبان بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھے چڑھے پہن کر جائیں، کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے، یہ کیا انصاف ہے۔ اِس تصنع کی یہاں تک نوبت پہنچی۔

اِرشادِ نبوی ﷺ اور ضروری مسئلہ :

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی کپڑا دِکھاوے کی غرض سے پہنے گا اُس کو اللہ قیامت کے دِن ذِلت کا لباس پہنائیں گے۔ کیا عورتوں کے اِن عمومی اَفعال کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ رُسوم میں اِن کی نیت دُرست ہے؟ عورتوں کو اِس طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ نیت دُرست اور نادرست (صحیح غلط) کیسی ہوتی ہے۔ اور یہاں کوئی شبہ نہ کرے کہ جب کوئی کپڑا ابنانا ہے تو دو چار کپڑوں میں سے اچھا ہی چھانٹ کر لیتا ہے تو یہ سب دِکھلا ہوا؟ اس کا گُر یاد رکھو کہ اپنا جی خوش کرنے کو کپڑا پہنا جائے تو مباح ہے اور دُوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لیے پہنا جائے تو ناجائز ہے۔ (التبلیغ۔ دواء العیوب)

عورتیں بھی سُن لیں کہ اگر کپڑے بالکل ہی میلے ہوں تو خیر بدل لو وہ بھی سادے ورنہ ہرگز نہ بدلو۔ سیدھے سادھے کپڑوں میں مل آیا کرو۔ ملنے سے جو غرض ہے وہ اِس صورت میں بھی حاصل ہوگی اور اخلاق کی بھی دُرستگی ہوگی۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ اِس میں ہماری حقارت ہوگی تو ایک تو جواب اُس کا یہ ہے کہ نفس کی حقارت تو ہونی چاہیے۔ دُوسرا جواب تسلی بخش یہ ہے کہ جب ایک بستی کی بستی میں اِس کا رواج ہو جائے گا تو سیدھی سادھی طرح سے مل لیا کریں گی۔ تو اُنگشت نمائی اور تحقیر بھی نہ رہے گی۔ اور اگر غریب عورت مزدور کی بیوی بن ٹھن کر جاتی بھی ہے مگر جن عورتوں کو اِس کے گھر کی حالت معلوم ہے وہ تو یہی کہیں گی کہ نگوڑی مانگے کا کپڑا اور زیور پہن کر آئی ہے اِس پر اِتراتی ہے (التبلیغ)۔ کوئی صاحب یہ شبہ نہ کریں کہ میں اچھے لباس کو منع کرتا ہوں۔ میں خود اچھے لباس کو منع نہیں کرتا بلکہ اُس مفسدہ سے بچاتا ہوں جو اِس کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ ریا اور عجب ہے جو اِن سے بچ سکے وہ پہنے۔ (حقوق الزوجین)

کپڑے کے اچھے ہونے کے دو مرتبے ہیں۔ ایک یہ کہ برا نہ ہو جس سے اپنا دل خوش ہو اور دُوسروں کے سامنے ذلیل نہ ہونا پڑے اِس کا کچھ حرج نہیں۔ ایک اور یہ ہے کہ دُوسروں سے بڑھا چڑھا ہو کہ اِس کی طرف نظریں اُٹھیں یعنی دُوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لیے پہنا جائے، یہ بُرا اور ناجائز ہے۔

قسط : ۱

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں بلکہ بعض علماء نے اِن کو آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی اولاد بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وِلادت اِن کی بعد ہوئی ۔ ابن الکلبی کا یہی قول ہے اور علی بن عبدالعزیز الجرجانی ؒ نے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو بڑا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھوٹا بتایا ہے ۔ ہاں اِس پر سب متفق ہیں کہ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں ۔ اِن کی پیدائش 30 میلادنبوی میں ہوئی یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں آنحضرت ﷺ کی عمر شریف تیس سال تھی ۔ (ذکرہ فی الاستیعاب)

سید عالم ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی ۔ اِس حساب سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اوّلین دس برس بعثت سے پہلے گزرے اور تیرہ سال اُس کے بعد ۔ مشرکین کی طرف سے سید عالم ﷺ کو اور آپ کے اہل وعیال کو جو تکلیفیں پہنچیں اُن سب میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور اُن کی بہنیں شریک رہیں ۔ سنہ ۷ نبوی میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو شعبِ بن ابی طالب میں مقید کیا گیا ۔ وہاں تین برس تک قید رہے اور فاقوں پر فاقے گزرے ۔ اُن سب مصائب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت ﷺ کی اولاد سب ہی شریک رہے ۔

نکاح :

سید عالم ﷺ نے اِن کا نکاح حضرت ابوالعاص بن الربیع سے کردیا تھا ۔ ابوالعاص اُن کی کنیت ہے ۔ اُن کا نام کسی نے لقیط اور کسی نے زبیر اور کسی نے ہشیم بتایا ہے (وقیل غیر ذالک) ۔ حضرت ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنتِ خویلد کے بیٹے تھے ۔ اِس طرح وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے ۔ مکّہ میں اُن کی پوزیشن مالداری اور تجارت وامانت میں بڑی اُونچی تھی ۔ بعثت سے پہلے

بھی سید عالم ﷺ کو اُن سے گہرا تعلق تھا۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اُنہوں نے سید عالم ﷺ سے مواخات کر لی تھی یعنی آپ کو اپنا بھائی بنا لیا تھا۔ (الاصابہ)

حضرت زینب سے اِن کا نکاح مکّہ میں ہو گیا تھا۔ اُس وقت تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی زندہ تھیں۔ حضرت ابوالعاص مکہ میں مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اِسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر مشرکین مکہ کے کہنے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق بھی نہیں دی۔ حضور اقدس ﷺ نے اُن کی اِس بات پر تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا۔ یہ واقعات ابتدائے اسلام کے ہیں۔ اُس وقت احکام نازل نہیں ہوئے تھے اِس لیے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت کافر کے نکاح میں کیونکر رہتی رہی۔ پھر جب حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اپنی اہلیہ حضرت سودہ اور اپنی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہن کو بلا لیا لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں۔

ہجرت : حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہیں حتی کہ اُن کو حالتِ شرک ہی میں چھوڑ کر سنہ 2 ہجری میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوالعاص زمانۂ کفر میں مشرکینِ مکہ کے ساتھ بدر کے موقع پر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے، جنگ میں شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابوالعاص بن الربیع دیگر مشرکین کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے گئے۔ اُن کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن النعمان الانصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ بدر سے ہار کر جب مشرکین مکہ اپنے وطن پہنچے تو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں قیدیوں کا فدیہ (جان کا بدلہ) بھیجا۔ ہر ایک قیدیوں کے عزیزوں نے کچھ نا کچھ بھیجا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو چھڑانے کے لیے عمر بن الربیع کو مال دے کر روانہ کیا (یہ حضرت ابوالعاص کے بھائی تھے) اُس مال میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ اُس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ پر بہت رِقت طاری ہو گئی اور جانثار صحابہؓ سے فرمایا کہ تم مناسب سمجھو تو زینب رضی اللہ عنہا کے قیدی کو یوں ہی چھوڑ دو، اُس کا مال واپس کر دو۔ اِشاروں پر جان دینے والے صحابہؓ نے بخوشی منظور کر لیا اور سب نے کہا جی ہم کو اِسی طرح منظور ہے چنانچہ حضرت ابوالعاص چھوڑ دیے گئے لیکن سید عالم ﷺ نے

اُن سے یہ شرط طے کرلی کہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ جا کر مدینہ کے لیے روانہ کر دینا چنانچہ اُنہوں نے یہ شرط منظور کی اور پھر اُس کو پورا کیا جس کی وجہ سے سید کونین ﷺ نے اُن کی تعریف کی اور یہ فرمایا حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَوَفّٰی لِیْ (یعنی ابوالعاص نے مجھ سے بات کی اور سچ کہا مجھ سے وعدہ کیا جسے پورا کیا) چنانچہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے مکہ معظّمہ پہنچ جانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے شفیقِ دوجہاں ﷺ کے پاس مدینہ منورہ آگئیں لیکن ہجرت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ جب وہ ہجرت کے اِرادہ سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اُس کے ایک ساتھی نے اُن کو تکلیف پہنچانے کا اِرادہ کیا۔ چنانچہ ایک نے اُن کو دھکا دے دیا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ایسی تکلیف پہنچیں کہ حمل ساقط ہوگیا۔ یہ تکلیف تادمِ آخر تک چلتی رہی اور یہی اُن کی وفات کا سبب بنی اور بعض کتب میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اِن کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور اِن کے روانہ ہونے سے قبل ہی شام کو روانہ ہوگئے۔ جب وہ ہجرت کے لیے گھر سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اُس کے ایک ساتھی نے اِن کو جانے سے روکا اور گھر میں واپس کر دیا۔ اُس کے بعد سید عالم ﷺ نے اِن کو ہمراہ لانے کے لیے مدینہ منورہ سے آدمی بھیجا جس کے ساتھ وہ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو تکلیف پہنچی اُس کے بارے میں سید عالم ﷺ نے فرمایا وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ (جاری ہے)

❁ ❁ ❁

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد ؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (اِدارہ)

رُخصت و عزیمت

موزے پر مسح رُخصت کی کونسی قسم ہے؟

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

شرعی اَحکام کی دو قسمیں ہیں : عزیمت اور رُخصت

عزیمت :

عزم وعزیمت لُغت میں مصمم ومؤکد اِرادہ کو کہتے ہیں۔

شریعت کی اِصطلاح میں عزیمت سے مراد وہ احکام ہیں جو شریعت نے ابتداءً یعنی کسی عذر کا لحاظ کیے بغیر لوگوں پر مقرر کیے ہیں خواہ وہ فرض و واجب ہوں یا سنت ونفل ہوں یا حرام ومکروہ ہوں۔

رُخصت :

لُغت میں رُخصت سہولت وآسانی کو کہتے ہیں۔

شریعت کی اِصطلاح میں رُخصت سے مراد وہ احکام ہیں جو شریعت نے اصلی حکم کے سبب کے باقی ہونے کے باوجود عذر کی بنیاد پر مقرر کیے ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک رُخصت کی چار قسمیں ہیں :

پہلی قسم :

مَااسْتُبِیْحَ (اَیْ عُوْمِلَ مُعَامَلَۃَ الْمُبَاحِ فِیْ سُقُوْطِ الْمُؤَاخَذَۃِ لَا اَنَّہ' یَصِیْرُ مُبَاحًا فِیْ نَفْسِہٖ) مَعَ قِیَامِ الْمُحَرِّمِ وَ قِیَامِ حُکْمِہٖ جَمِیْعًا کَالْمُکْرَہِ ھِیَ اِجْرَاءُ کَلِمَۃِ الْکُفْرِ . (نور الانوار)

کام کے فی نفسہٖ حرام ہونے اور اُس کی حرمت کے سبب کے باقی رہنے کے باوجود

لاچاری اور مجبوری کی وجہ سے اُس کام کو کرنے کی اجازت ہو اور اُس پر مؤاخذہ نہ ہو۔
بالفاظِ دیگر لاچار و مجبور شخص کے حق میں وہ حرام مباح کی طرح بن جاتا ہے کہ حرام رہنے کے باوجود مجبور شخص کو گناہ نہیں ہوتا۔

اِس کی مشہور مثال یہ ہے کہ جان کے یا عضو بدن کے اتلاف کی دھمکی دے کر کسی کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور وہ مجبور شخص دل میں تصدیق و ایمان کو جمائے ہوئے زبان سے کلمہ کفر کہہ دے۔

ایمان کے واجب ہونے اور کفر و شرک کے حرام ہونے کے جو اَسباب ہیں یعنی قرآن و حدیث کی نصوص اور عقلی دلائل یہ سب موجود ہیں اور کلمہ کفر کہنے کی حرمت بھی باقی ہے اور مجبور شخص کے حق میں منسوخ نہیں ہیں اِس کے باوجود زبان سے کلمہ کفر کہنے کی اجازت و رُخصت ہے۔ لیکن چونکہ کلمہ کفر کہنے کی حرمت اور اُس کے اَسباب موجود ہیں اِس لیے اگر کوئی عزیمت کو اختیار کرے تو یہ اَولیٰ ہے یعنی اصل حکم پر عمل کرے اور کلمہ کفر زبان سے نہ نکالے اور قتل ہو جائے تو شہید ہوگا اور اَجر کا مستحق ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے :

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ

مگر جو شخص مجبور کیا جائے جبکہ اُس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔

حدیث میں ہے :

اِنَّ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابَ اَخَذَ اِثْنَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلْاَوَّلِ مَا تَقُوْلُ فِيْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِيَّ قَالَ وَاَنْتَ اَيْضًا فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ وَقَالَ لِلْاٰخَرِ مَا تَقُوْلُ فِيْ مُحَمَّدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ فَمَا تَقُوْلُ فِيَّ قَالَ اَنَا اَصَمُّ لَااَسْمَعُ فَاَعَادَ عَلَيْهِ ثَلَاثًا فَاَعَادَ جَوَابَهٗ فَقَتَلَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَّا الْاَوَّلُ فَاَخَذَ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَمَّاالثَّانِيْ فَصَدَعَ بِالْحَقِّ فَهَنِيْئًا لَّهٗ.

(التلخیص الحبیر ص 103 ج 4)

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کے دو صحابیوں کو پکڑا اور ایک سے پوچھا کہ تم محمد

ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ تم بھی ہو۔ مسیلمہ نے اِن کو چھوڑ دیا پھر دُوسرے سے پوچھا کہ تم محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں کچھ بہرا ہوں میں نے سُنا نہیں۔ اُس نے تین دفعہ سوال دُہرایا اور اُنہوں نے تینوں مرتبہ وہی بات کہی۔ اِس پر مسیلمہ نے اُن کو قتل کردیا، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا پہلے نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رُخصت پر عمل کیا اور دُوسرا حق پر مارا گیا اُس کے لیے خوشخبری ہے۔

اِس رُخصت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کلمہ کفر نہ کہنے سے مجبور شخص کا اپنی جان میں جو حق ہے وہ سرے سے فوت ہوتا ہے ظاہری صورت میں بھی کہ قتل سے جسمانی ساخت بگڑتی ہے اور معنوی طور سے بھی کہ جسم سے رُوح نکل جاتی ہے جبکہ کلمہ کفر کہنے سے اللہ تعالیٰ کا حق قلبی تصدیق پر جمے رہنے کی وجہ سے معنوی طور پر باقی رہتا ہے۔

اِس رُخصت کی چند اور مثالیں :

(1) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر کسی کا رمضان کا روزہ توڑنا۔

اِس صورت میں رمضان کا روزہ توڑنے کی حرمت بھی قائم ہے اور اِس حرمت کا سبب یعنی رمضان کا مہینہ ہونا بھی موجود ہے اِن دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے اگر مجبور شخص اپنا روزہ نہ توڑے تو یہ عزیمت ہے اور اَولیٰ ہے اور آدمی شہید ہوگا اور اَجر کا مستحق ہوگا لیکن چونکہ روزہ نہ توڑنے میں بندے کا حق جاتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حق اِس طرح سے باقی رہتا ہے کہ آدمی اِس کی قضا کرسکتا ہے اِس لیے بندے کو رُخصت ہے کہ وہ زبردستی کے وقت روزہ توڑ دے اور اُس کو گناہ نہ ہوگا۔

(2) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر دُوسرے کا مال تلف کرنا اور بعد میں مالک کو تاوان اَدا کرنا۔

(3) جان یا عضو کے اِتلاف کی دھمکی سے مجبور ہو کر اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا۔

اِس صورت میں اللہ تعالیٰ کا حق اِس طرح باقی رہتا ہے کہ مجبور شخص کم اَز کم ترک کرنے کی حرمت کا اعتقاد تو رکھتا ہے۔

(4) بھوک سے لاچار شخص کے لیے دُوسرے کا مال اُس کی اجازت کے بغیر کھانا اور بعد میں مالک کو تاوان اَدا کرنا۔

دُوسری قسم :

مَااسْتُبِیْحَ مَعَ قِیَامِ السَّبَبِ لٰکِنَّ الْحُکْمَ تَرَاخٰی عَنْہُ کَالْمُسَافِرِ وَ حُکْمُہٗ اَنَّ الْاَخْذَ بِالْعَزِیْمَۃِ اَوْلٰی وَلِتَرَدُّدٍ فِی الرُّخْصَۃِ . (نور الانوار)

کام کے وجوب کا سبب موجود ہو لیکن عذر کی وجہ سے حکم کو عذر ختم ہونے تک مؤخر کر دیا جائے۔ اِس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ واجب کرنے سے کوئی ضرر نہ ہو تو عزیمت یعنی اُس کام کو کرنا اَولیٰ ہے۔ لیکن عذر کی وجہ سے نہ کرے بلکہ عذر ختم ہونے پر کرے تو جائز ہے گناہ نہ ہوگا (البتہ اگر عزیمت پر عمل کرنے سے ضرر ہو اور جان جائے یا دُوسروں کو سخت پریشانی ہو تو عزیمت کو ترک کرنا واجب ہے ورنہ گناہ گار ہوگا)۔

مثلاً جو شخص سفر میں ہو اُس کے حق میں رمضان کے روزے رکھنا رمضان کی وجہ سے فرض ہے لیکن سفر کے عذر کی وجہ سے فرضیت سفر ختم ہونے تک مؤخر ہوگئی ہے۔ البتہ حکم کے سبب یعنی ماہ رمضان کی موجودگی کی وجہ سے روزے رکھے تو اَولیٰ ہے۔ اِس کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رُخصت کا معنی یعنی سہولت و آسانی کبھی روزہ رکھنے میں ہوتی ہے کیونکہ رمضان میں روزے کی ایک عام فضا قائم ہوتی ہے جبکہ دُوسرے دنوں میں عام فضا نہ ہونے کی وجہ سے آدمی دُشواری محسوس کرتا ہے۔

تیسری قسم :

تیسری قسم یہ ہے کہ شرعی حکم باقی ہی نہ رہے مثلاً سابقہ شریعتوں کے سخت احکام جو ہماری شریعت میں منسوخ ہیں یہ حقیقت میں رُخصت کی قسم نہیں ہے کیونکہ یہ ہماری شریعت کا حکم ہی نہیں ہے البتہ مجازاً اِس کو رُخصت کہہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی قسم :

مَا سَقَطَ عَنِ الْعِبَادِ مَعَ کَوْنِہٖ مَشْرُوْعًا فِی الْجُمْلَۃِ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ سِوٰی مَوْضَعِ الرُّخْصَۃِ ...... کَقَصْرِ الصَّلٰوۃِ فِی السَّفَرِ . (نور الانوار)

وَاَمَّا فِی الْقِسْمِ الرَّابِعِ فَالْحُکْمُ سَاقِطٌ بِسُقُوْطِ السَّبَبِ الْمُوْجِبِ فِیْ مَحَلِّ الرُّخْصَۃِ اِلَّا اَنَّہ' مَشْرُوْعٌ فِی الْجُمْلَۃِ اَیْ فِیْ مَوْضَعٍ آخَرَ . (حاشیہ علٰی نور الانوار)

عذر کے موقع کے علاوہ میں تو حکم جاری ہو لیکن عذر کے ہوتے ہوئے عذر کے مقام میں نہ حکم ہو اور نہ اُس کا سبب باقی ہو مثلاً جو آدمی مسافر نہ ہو مقیم ہو اُس کے حق میں ظہر کے چار فرض ہیں لیکن مسافر کے حق میں چار فرض ساقط ہو کر صرف دو فرض رہ جاتے ہیں اِس کو اِصطلاح میں رخصتِ اسقاط کہتے ہیں اور جب ظہر کی چار رکعتوں کی فرضیت باقی ہی نہ رہی تو اَب اگر کوئی مسافر دو کے بجائے چار رکعتیں پڑھے اور عزیمت پر عمل کرے تو یہ جائز نہیں کیونکہ نہ تو چار کا حکم باقی ہے اور نہ مسافر کے حق میں چار کا سبب باقی ہے۔

عَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ اِنَّمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ وَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْہُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِھَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہ' .

یعلی بن اُمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں خوف ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو اور اَب تو لوگ اَمن میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جس بات سے تمہیں تعجب ہوا مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے اِس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے تو اللہ کے صدقہ کو قبول کرو۔

حدیث میں قصر کرنے کی رُخصت کو صدقہ کہا۔ صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی کسی چیز کا کسی دُوسرے (فقیر) کو مالک بنا دیا جائے، نماز کی رکعتیں ایسی چیز نہیں ہیں جو کسی دُوسرے کی ملکیت میں دی جاسکیں لہٰذا

یہاں صدقہ کا مجازی معنٰی مراد ہے یعنی چھوٹ یعنی اللہ تعالیٰ نے چار میں سے دو رکعتوں کی چھوٹ دے دی اور اِن کو ساقط کر دیا لہٰذا مسافر کے حق میں چار رکعات کی فرضیت کا سبب بھی باقی نہ رہا۔

اِس رُخصت کی ایک اور مثال شراب اور مردار کی حرمت ہے کہ عام حالت میں تو اِن کی حرمت قائم ہے لیکن بھوک سے لاچار شخص کے لیے جس کے پاس اور کچھ نہ ہو اِن کی حرمت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی حرمت کا سبب موجود ہے کیونکہ مضطر و لاچار کا قرآنِ پاک میں اِستثناء کیا گیا ہے البتہ عذر دُور ہونے پر اِس معذور کے حق میں حرمت دوبارہ لوٹ آتی ہے لہٰذا اگر لاچار شخص مردار یا شراب پائے لیکن وہ اِن کو نہ کھائے پیئے اور مر جائے تو گناہ گار مرے گا کیونکہ اِس کے حق میں یہ چیزیں حرام نہ رہی تھیں اور قرآنِ پاک میں ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ (اپنے کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو)۔

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا رُخصت کی کس قسم میں داخل ہے؟

عام طور سے اِس کو مذکورہ بالا چوتھی قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ منار، نور الانوار اور مسلم الثبوت میں ایسے ہی ہے۔ اِس قسم میں چونکہ عذر کے وقت میں معذور کے حق میں نہ حکم رہتا ہے اور نہ سببِ حکم، لہٰذا اِس قسم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موزے پہننے کی وجہ سے نہ تو پاؤں میں حدث آتا ہے اور نہ ہی اِس کو دھونے کا حکم اِس کو اِس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ موزہ پاؤں کی طرف حدث کے سرایت کر جانے کو روکتا ہے اور حدث خود موزے پر چڑھ جاتا ہے جس کا اِزالہ مسح سے کیا جاتا ہے اور چونکہ پاؤں میں حدث آیا ہی نہیں اِس لیے اِس کو دھونے کا حکم بھی نہیں۔ یہ مضمون یوں دیا گیا ہے :

فَاِنِ اسْتِتَارَ الْقَدَمُ بِالْخُفِّ یَمْنَعُ سِرَایَةَ الْحَدَثِ (اَیْ بِالْاِعْتِبَارِ الشَّرْعِیِّ فَصَارَ الْقَدَمُ حِیْنَئِذٍ عِنْدَ الشَّارِعِ کَالْبَطْنِ وَالْفَخِذِ فَلَا یَکُوْنُ غَسْلُهٗ مَشْرُوْعًا لِاَنَّ سَبَبَ الْغَسْلِ سِرَایَةُ الْحَدَثِ اِلَیْهِ وَلَمْ یُوْجَدْ).(نورالانوار)

اَب وضو اور موزوں پر مسح کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے موزے اُتار دے تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ موزے نے جس حدث کو پاؤں کی طرف سرایت کرنے سے روکا ہوا تھا وہ حدث پیروں کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور پاؤں کو دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔ وَکَذَا اِذَا نَزَعَ قَبْلَ الْمُدَّةِ لِاَنَّ عِنْدَ النَّزْعِ یَسْرِی الْحَدَثُ السَّابِقُ اِلَی الْقَدَمَیْنِ کَاَنَّهٗ لَمْ یَغْسِلْهُمَا. (هدایه)

ہمارا اِس پر یہ اعتراض ہے کہ باقی اَعضاء دھونے اور موزوں کا مسح کرنے سے حدث بالکل معدوم ہوجاتا ہے اور سابقہ حدث جاتا رہتا ہے اُس وقت اگر آدمی مدتِ مسح ختم ہونے سے پہلے اپنے موزے اُتار دے تو سابقہ حدث باقی ہی کہاں رہا تھا جو پھر وہ پاؤں کی طرف سرایت کر سکے۔

اِس لیے ہم کہتے ہیں کہ موزے کو **مانع سرایت حدث** کے بجائے **ساتر حدث القدمین** مانا جائے یعنی موزے پاؤں کی طرف حدث کو سرایت کرنے سے روکتے نہیں بلکہ پاؤں میں معمول کے مطابق حدث آجاتا ہے اور تبعًا موزوں پر بھی حدث چڑھ آتا ہے۔ البتہ موزے پاؤں کے حدث کو چھپا دیتے ہیں جس کی وجہ سے پاؤں کو دھونے کا حکم بھی موزے پہنے رہنے تک یا مدتِ مسح ختم ہونے تک ظاہر نہیں ہوتا۔ موزوں پر چڑھ جانے والے حدث کا اِزالہ مسح سے ہوجاتا ہے اگر کوئی شخص مدتِ مسح پوری ہونے سے پہلے موزے اُتار دے تو پاؤں کا حدث جو چھپا ہوا تھا ظاہر ہوجاتا ہے اور مسح ٹوٹ جاتا ہے اور پاؤں دھونا واجب ہوجاتا ہے۔

ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں یہی اعتراض نقل کر کے اِس کا جواب دیا ہے :

(1) فَاِنْ قِیْلَ لَاحَدَثَ لِیَسْرِیَ لِاَنَّہ، کَانَ قَدْ حَلَّ بِالْخُفِّ ثُمَّ زَالَ بِالْمَسْحِ فَلا یَعُوْدُ اِلَّا بِسَبَبِہٖ مِنَ الْخَارِجِ النَّجِسِ وَنَحْوِہٖ قُلْنَا جَازَ اَنْ یَّعْتَبِرَ الشَّرْعُ اِرْتِفَاعَ الْحَدَثِ بِمَسْحِ الْخُفِّ مُقَیَّدًا بِمُدَّۃِ بِمَنْعِہٖ ثُمَّ عَلِمْنَا وُقُوْعَ مِثْلِہٖ فِی التَّیَمُّمِ حَیْثُ اِعْتَبَرَ فِی ارْتِفَاعِہٖ بِاِسْتِعْمَالِ الصَّعِیْدِ تُقَیِّدُہ، بِمُدَّۃِ اِعْتِبَارِہٖ عَامِلًا اَعْنِیْ مُدَّۃَ عَدَمِ الْقُدْرَۃِ عَلَی الْمَاءِ .

'' اگر یہ کہا جائے کہ اَب تو کوئی حدث نہیں ہے جو سرایت کر سکے کیونکہ جو حدث موزے پر چڑھا تھا وہ تو مسح سے زائل ہوچکا اور نیا حدث کسی نجس چیز کے جسم سے باہر نکلنے پر آئے گا۔ اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ شریعت نے مسح سے موزے کے حدث کے اِزالہ کو اس مدت کے ساتھ مقید اعتبار کیا ہو جس میں موزہ پاؤں دھونے کو روکتا ہو (یعنی جبکہ آدمی موزہ پہنے ہوئے ہو اور مدت مسح ابھی ختم نہ ہوئی ہو)۔ پھر اسی کی مثل ہم نے تیمّم میں پایا کہ جس میں شریعت نے مٹی کے استعمال سے حدث کے رفع کو پانی پر عدم

قدرت کی مدت کے ساتھ مقید اعتبار کیا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ اگر چہ یہ بات مسلم ہے کہ مدت مسح پوری ہونے سے قبل موزہ اُترنے سے پاؤں دھونا واجب ہوجاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کی علت کیا ہے؟ خود موزے کا اُترنا تو اس کی وجہ نہیں ہے کیونکہ بحرالرائق میں لکھا ہے :

اِعْلَمْ اَنَّ نَزْعَ الْخُفِّ وَمُضِیَّ الْمُدَّةِ غَیْرُ نَاقِصٍ فِی الْحَقِیْقَةِ وَاِنَّمَا النَّاقِضُ لَهُ الْحَدَثُ السَّابِقُ لٰكِنَّ الْحَدَثَ یَظْهُرُ عِنْدَ وُجُوْدِهِمَا فَاُضِیْفَ النَّقْضُ اِلَیْهِمَا مَجَازًا . (ص 177 ج 1)

جان لو کہ موزے کو اُتارنا اور مدت کا پورا ہونا یہ حقیقت میں خود مسح کے ناقض نہیں ہیں۔ ناقض تو محض سابقہ حدث ہے لیکن چونکہ حدث ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے لہٰذا نقض کی اضافت ان کی طرف جوازی اعتبار سے کی گئی ہے۔

دُوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ سابقہ حدث ہو جو موزہ اُترنے پر ظاہر ہوگیا ہو۔ اس میں پھر دو صورتیں ہیں :

i- سابقہ حدث پاؤں کی طرف سرایت کرگیا ہو جیسا کہ ہدایہ میں ہے **لِاَنَّ عِنْدَ النَّزْعِ یَسْرِی الْحَدَثُ السَّابِقُ اِلَی الْقَدَمَیْنِ كَاَنَّهٗ لَمْ یَغْسِلْهُمَا** کیونکہ موزہ اُتارنے سے سابقہ حدث پاؤں کی طرف سرایت کرجاتا ہے اور یہ صورت بن جاتی ہے کہ گویا پاؤں دھوئے نہیں گئے تھے۔

یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ سابقہ اِن حضرات کے نزدیک وضو کے دیگر اَعضاء اور موزوں میں آیا لیکن موزوں کی وجہ سے پاؤں میں نہیں گیا پھر آدمی نے دیگر اَعضاء کو دھویا اور موزوں پر مسح کیا تو اِس سے وہ حدث زائل اور معدوم ہوگیا۔ اِس کے بعد ممکن ہے کہ اور حدث بھی آئے ہوں اور وضو و مسح سے زائل ہوگئے ہوں تو جو معدوم ہو چکا ہو وہ موزے اُترنے سے خود بخود موجود ہو کر پاؤں میں سرایت کیسے کرسکتا ہے؟

ii- سابقہ حدث نے پاؤں میں بھی اور موزے میں بھی سرایت کیا لیکن موزے کی وجہ سے پاؤں کا حدث مستور اور کالمعدوم ہوگیا پھر جب موزے اُترے تو وہ سابقہ حدث جو مستور تھا ظاہر ہوگیا۔ یہی وہ بات ہے جو ہم کہنا چاہتے ہیں۔

ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے اپنے جواب میں تیمّم کو نظیر کے طور پر پیش کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ خود تیمّم میں

بھی یہ بات غورِ طلب ہے کہ پانی پر قدرت ہونے کے بعد تیمّم کے ٹوٹنے کی کیا وجہ ہے؟ خود پانی پر قدرت تو تیمّم کا ناقض نہیں ہے کیونکہ بحرالرائق میں ہے کہ اِس کی طرف اضافت مجازی ہے اور حقیقی ناقض تو سابقہ حدث ہے۔

وَاِسْنَادُ النَّقْضِ اِلٰی زَوَالِ مَا اَبَاحَ التَّیَمُّمَ اِسْنَادٌ مَجَازِیٌّ لِاَنَّ النَّاقِضَ حَقِیْقَۃً اِنَّمَا ھُوَ الْحَدَثُ السَّابِقُ بِخُرُوْجِ النَّجِسِ وَزَوَالُ الْمُبِیْحِ شَرْطٌ لِعَمَلِ الْحَدَثِ السَّابِقِ عَمَلَہٗ . (ص 152 ج 1)

تیمّم کے جواب کے موجب کے زوال کی طرف تیمّم کے ٹوٹنے کی اِضافت مجازی ہے کیونکہ ناقض حقیقت میں وہ سابقہ حدث ہے جو نجاست کے خروج سے ہوا تھا اور تیمّم کے جواز کے موجب کا زوال شرط ہے تا کہ سابقہ حدث اپنا عمل کر سکے۔

دُوسرا احتمال یہ ہے کہ تیمّم کے ٹوٹنے کی وجہ سابقہ حدث ہے اِس میں پھر دو صورتیں ہیں :

i- ایک یہ کہ تیمّم سے جو حدث معدوم ہو گیا تھا وہ پانی پر قدرت ملنے سے اَز خود وجود میں آ گیا لیکن یہ محال ہے۔

ii- دُوسری صورت یہ ہے کہ سابقہ حدث کو موجود لیکن تیمّم کی وجہ سے مستور سمجھا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ تیمّم حدث کا اِزالہ نہیں کرتا بلکہ اُس کو مستور کر دیتا ہے اور پانی پر قدرت پانے پر مستور حدث ظاہر ہو گیا **وھو المطلوب.**

بہتر یہ ہے کہ ہم موزے کے مسح کو چوتھی قسم ہی میں سے شمار کریں لیکن پھر اِس قسم کی دو صنفیں بنانی ہوں گی۔ ایک وہ جس میں سببِ حکم عذر کے وقت معدوم رہتا ہے جیسے سفر میں نماز کو قصر کرنے میں ہے اور دُوسری وہ جس میں سببِ حکم معدوم نہیں ہوتا چھپا ہوا ہوتا ہے یعنی مستور ہوتا ہے۔ اِس کو رُخصت کی دُوسری قسم میں سے بنانا مشکل ہوتا ہے کیونکہ دُوسری قسم میں صرف یہی نہیں کہ سببِ حکم موجود ہوتا ہے بلکہ ظاہر بھی ہوتا ہے۔

موزے کو **ساتر حدث القدمین** ماننے کی صورت میں وہ تمام اعتراضات وارد نہیں ہوتے جو اِس کو **مانع سرایت حدث** ماننے کی صورت میں وارد ہوتے ہیں مثلاً :

(1) جس کو ہم نے اُوپر لکھا ہے کہ وضو اور مسح کرنے کے بعد اگر آدمی اپنا موزہ اُتار دے تو پاؤں میں حدث کے سرایت کرنے کی اور اِس کو دھونے کے وجوب کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

(2) اِس کو مسلم الثبوت میں یوں لکھا ہے :

وَفِیْهِ اَنَّهٗ اِنَّمَا یَتِمُّ لَوْ لَمْ یَکُنِ الْغَسْلُ هُنَاکَ فِی الرِّجْلِ مَشْرُوْعًا لٰکِنَّهٗ مَشْرُوْعٌ بَعْدُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ یَنْزِعُ خُفَّیْهِ وَلِهٰذَا یَبْطُلُ مَسْحُهٗ لَوْخَاضَ فِی النَّهْرِ وَدَخَلَ الْمَاءُ فِی الْخُفِّ وَلَا یَجِبُ الْغَسْلُ بِانْقِضَآءِ الْمُدَّةِ . (مسلم الثبوت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ سرایت حدث کے مانع ہونے والی بات اُس وقت مانی جا سکتی ہے جب پاؤں کا دھونا جائز ہی نہ ہو جیسا کہ چوتھی قسم کا تقاضا ہے حالانکہ موزے اُتارے بغیر بھی اِن کو دھونا جائز ہے۔ اسی لیے اگر کوئی موزے پہنے پہنے نہر میں اُتر جائے اور پانی موزوں کے اَندر چلا جائے تو اُس کا مسح ختم ہو جاتا ہے اور پاؤں دُھلنے کی وجہ سے پچھلی مدت کے ختم ہونے پر دوبارہ پاؤں دھونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہماری **ساتر حدث القدمین** والی بات کی رُو سے یہ مسئلہ بالکل دُرست ہے اور ہمیں تسلیم ہے کیونکہ پاؤں میں حدث تو موجود تھا جو موزے کی وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ جب موزوں کے اَندر پانی گیا اور پاؤں دُھلا تو اُس کا حدث زائل ہو گیا اور مسح کی نئی مدت کا حساب شروع ہو گیا۔

لیکن **مانع سرایت حدث** ماننے والوں کو اِس اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت ہوئی اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ مسح کے باطل ہونے اور پاؤں کے دُھلنے کے مسئلہ کی روایت صحیح نہیں۔

وَاُجِیْبَ بِمَنْعِ صِحَّةِ رِوَایَةِ بُطْلَانِ الْمَسْحِ بَلْ نَقُوْلُ لَا یَبْطُلُ الْمَسْحُ وَرَضِیَ بِهٰذَا الشَّیْخُ اِبْنُ الْهُمَامِ فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ. (مسلم الثبوت وفواتح الرحموت)

اِس جواب پر پھر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ روایت فتاوی ظہیریہ وغیرہ جیسی معتبر کتابوں میں مذکور ہے لہٰذا اِس کی روایت کی صحت کو نہ ماننا بلا دلیل ہے وَرُدَّ بِاَنَّ الرِّوَایَةَ مَذْکُوْرَةٌ فِی الْکُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ کَالظَّهِیْرِیَّةِ وَغَیْرِهَا. (مسلم الثبوت)

اِس اعتراض کا جواب بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس طرح دیا کہ امام محمد بن فضل رحمہ اللہ کے فتاوٰی

میں یہ درج ہے کہ مسح کسی صورت میں باطل نہیں ہوگا۔ لہٰذا روایتوں میں تعارض ہوا اور کسی ایک روایت کو ترجیح قوتِ دلیل کی بنیاد پر ہوگی اور وہ مسح کے باطل نہ ہونے کی دلیل کو حاصل ہے جبکہ بطلان کی روایت کی دلیل ضعیف ہے۔

وَفِیْهِ اَنَّهٗ وَاِنْ کَانَتْ مَذْکُوْرَةً فِیْهَا لٰکِنْ ذُکِرَ فِیْ فَتَاوَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ لَا یَبْطُلُ الْمَسْحُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَمِثْلُهٗ فِی الْمُجْتَبٰی وَلَمَّا تَعَارَضَتِ الرِّوَایَاتُ فَالتَّرْجِیْحُ بِقُوَّةِ الدَّلِیْلِ وَهِیَ فِیْ دَلِیْلِ عَدَمِ بُطْلَانِ الْمَسْحِ وَ رِوَایَةُ الْبُطْلَانِ لِضُعْفِهَا مُنِعَتْ . (فواتح الرحموت)

پھر بحر العلوم رحمہ اللہ نے ترجیح کے لیے جو بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے :

لَمَّا لَمْ یَدْخُلِ الْمُتَخَفِّفُ فِیْ خِطَابِ غَسْلِ الرِّجْلِ وَصَارَ وُضُوْءُهٗ شَرْعًا مِنْ غَیْرِ غَسْلِ الرِّجْلِ وَلَمْ یَسْرِ الْحَدَثُ اِلَی الْقَدَمِ صَارَ غَسْلُ الرِّجْلِ کَغَسْلِ الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ فَکَیْفَ یَجْزِئُ الْغَسْلُ حَتّٰی یَبْطُلُ الْمَسْحُ وَلَا یَجِبُ شَیْءٌ بِالنَّزْعِ وَانْقِضَاءِ الْمُدَّةِ . (فواتح الرحموت)

موزے پہنا ہوا شخص پاؤں دھونے کے خطاب میں شامل نہیں اور شریعت کی رُو سے اُس کا وضو پاؤں دھونے کے بغیر ہے اور حدث نے اُس کے پاؤں کی طرف سرایت نہیں کیا لہٰذا اُس کا پاؤں دھونا ایسے ہی ہے جیسے کمر یا پیٹ کو دھونا۔ لہٰذا پاؤں کا دُھلنا کیونکر کافی ہوگا کہ یہ کہا جا سکے کہ اُس کا مسح باطل ہوگیا اور وضو ٹوٹنے سے پہلے موزے اُتارنے سے یا مدت ختم ہونے سے پاؤں دھونا واجب نہ ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ موزے پہنا ہوا شخص پاؤں دھونے کے خطاب میں شامل نہ بھی اور اِس کے لیے علیحدہ خطاب بھی مانیں تب بھی اِتنا تو ہے کہ اُس کو اختیار ہے کہ چاہے موزوں پر مسح کرے یا موزے اُتار کر پاؤں دھوئے یا موزے پہنے پہنے پاؤں دھوئے اور خطاب اِن تینوں اختیارات پر مشتمل ہوگا۔ اور خطاب آتا ہے سبب کے بعد۔ سبب یا تو موزے پر چڑھا ہوا حدث ہوگا یا پاؤں میں سرایت کیا ہوا حدث ہوگا۔ موزے پر چڑھے ہوئے حدث کے لیے مسح کا خطاب ہوا۔ پاؤں دھونے کے لیے پاؤں کا حدث ضروری ہے۔ لیکن

بحرالعلوم اِس کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں حدث نے پاؤں کی طرف سرایت نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب پاؤں میں حدث ہے ہی نہیں تو خطاب اِس پر مشتمل کیونکر ہوسکتا ہے کہ چاہے پاؤں دھولو۔ اور اگر اِس کا یہ مطلب لیا جائے کہ چاہے موزے اُتارلو تاکہ سبب یعنی حدث پایا جائے پھر پاؤں دھولو تو اِس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خطاب سبب سے پہلے ہوگیا۔

غرض عدمِ بطلانِ مسح کی روایت کو ترجیح نہ ہوئی البتہ بطلانِ مسح کی روایت کو ہم مندرجہ ذیل دو وجوہ سے ترجیح دیتے ہیں :

i- وضو اور مسح کرنے کے بعد اگر کوئی اپنے موزے اُتاردے تو مسح بالاتفاق باطل ہوجاتا ہے اور پاؤں دھونا متعین ہوجاتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے جبکہ وضو اور مسح کی وجہ سے سابقہ حدث باقی ہی نہیں رہا جو موزے اُتارنے سے پاؤں میں سرایت کرسکے۔ اِس کی صرف یہی وجہ رہ جاتی ہے کہ پاؤں میں حدث موجود تھا لیکن مستور تھا جو اَب ظاہر ہوگیا۔

ii- یہ کہنا کہ پاؤں دھونا معتبر نہیں اور یہ پیٹ یا کمر دھونے کے برابر ہے بے بنیاد بات ہے کیونکہ موزہ پہننے سے مسح متعین نہیں ہوجاتا اور آدمی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہے مسح کرے یا موزے اُتار کر پاؤں دھوئے یا موزے پہنے پہنے پاؤں دھوئے اور وضو کی طرح پاؤں دھونے میں بھی نیت شرط نہیں ہے۔

بطلانِ مسح کی روایت کے راجح ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ملا بہاری رحمہ اللہ نے مسلم الثبوت میں دُوسرے جواب کو اختیار کیا، جو یہ ہے :

بَلِ الْحَقُّ فِی الْجَوَابِ اَنْ یُّقَالَ اَلْمُعْتَبَرُ فِیْ رُخْصَةِ الْاِسْقَاطِ نَفْیُ الْمَشْرُوْعِیَّةِ لِلْعَزِیْمَةِ فِیْ نَظَرِ الشَّارِعِ بِاَنْ یَّکُوْنَ الْعَمَلُ بِهٖ اَیْ بِالْحُکْمِ الْاَصْلِیِّ الَّذِیْ هُوَ الْعَزِیْمَةُ اِثْمًا لَاعَدَمَ تَرَتُّبِ الْاَجْزَاءِ اِنْ اَتٰی بِهٖ وَبُطْلَانُ هٰذَا الْاِثْمِ مَمْنُوْعٌ .

دُرست جواب یہ ہوگا کہ رُخصتِ اسقاط میں اعتبار اُس کا ہے کہ شارع کی نظر میں عزیمت کی مشروعیت نہیں رہتی بایں معنٰی کہ اُس پر عمل کرنے سے گناہ ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ عمل شمار نہیں ہوتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ جواب بھی محض ایک تکلف ہے جو ملا بہاری رحمہ اللہ کو اِس لیے کرنا پڑا ہے کہ اُنہوں نے مسح خفین اور اکلِ مَیتة کو ایک جیسا سمجھ لیا ہے حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ اکلِ مَیتة میں تو لاچار کے لیے نہ سبب حرمت ثابت ہے اور نہ ہی حرمت کا حکم، اسی وجہ سے لاچار اگر مردار نہ کھائے اور مرجائے تو گناہ گار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مسحِ خفین کے مسئلہ میں پاؤں دھونے کا اختیار اِس بات پر دلیل ہے کہ اُس کا سبب یعنی پاؤں کا حدث موجود ہے۔ مزید دلائل ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اِسی لیے پاؤں دھونے سے وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ رُخصت کی چوتھی قسم کی دو مختلف صنفیں ہیں۔ ایک جس کی مثال لاچار کے لیے اکلِ میتة ہے کہ لاچار کے حق میں نہ تو سبب موجود ہے اور نہ ہی لاچاری کے وقت تک حکم۔ دُوسری جس کی مثال مسحِ خفین کی ہے کہ اِس میں پاؤں دھونے کا سبب تو موجود ہے لیکن مستور ہے کہ موزے نے اِس کو چھپا لیا ہے اور پاؤں دھونے کا وجوبی حکم اِس سے مسح کی مدت میں مرتفع ہے وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بقیہ : درس حدیث

جن کا نام براء بن مالک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک ہیں براء بن عازب یہ براء بن مالک ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُن کا نام لے کر اُن کے بارے میں کہ وہ ایسے ہیں خدا کو عزیز کہ اگر وہ کوئی بات کہیں تو اللہ تعالیٰ وہ پوری کر دیں گے۔ ایک اور بھی بات ہے کہ ایسے لوگ پھر ایسی بات ہر وقت کہتے بھی نہیں ہیں شاذ و نادر ایسے ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ہر وقت وہ اِسی مستی میں رہیں اور ایسی کیفیت رہنی لگے ایسے نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء.....

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

✿ ✿ ✿

چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں :

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْحَیَآءُ وَیُرْوٰی الْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاکُ وَالنِّکَاحُ.

(ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۴۴)

حضرت ابوایوب اَنصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں: (۱) حیاء کرنا، ایک دُوسری روایت میں (حیاء کے بجائے) ختنہ کرنا مروی ہے (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

ف : حدیثِ پاک میں یہ جو اِرشاد فرمایا گیا کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں میں سے ہیں اِس سے تمام اَنبیاء و رُسل مراد نہیں بلکہ اکثر اَنبیاء و رُسل مراد ہیں کیونکہ بعض انبیاء و رُسل ایسے ہیں جنہوں نے نکاح نہیں کیا مثلاً حضرت یحیٰی علیہ السلام۔ اور بعض انبیاء و رُسل ایسے ہیں جو پیدا ہی مختون ہوئے تھے اُن کا دُنیا میں ختنہ نہیں ہوا مثلاً حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت یوسف، حضرت موسٰی، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت عیسٰی اور جناب نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

نبی علیہ السلام چار چیزوں کی وجہ سے نہانے کا حکم دیا کرتے تھے :

عَنْ عَائِشَۃَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ، مِنَ الْجَنَابَۃِ وَیَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَمِنَ الْحَجَامَۃِ وَمِنْ غُسْلِ الْمَیِّتِ .

(ابوداوٗد بحوالہ مشکوۃ ص ۵۵)

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے نہانے کا حکم

دیا کرتے تھے (1) جنابت کی وجہ سے (2) جمعہ کے لیے (3) سینگی کھنچوانے کی وجہ سے (4) مردہ کو غسل دینے کی وجہ سے۔

ف : حدیث پاک میں مذکور لفظ ''کَانَ یَغْتَسِلُ'' کا اصل ترجمہ تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے غسل فرمایا کرتے تھے لیکن یہ ترجمہ چھوڑ کر یہ جو ترجمہ کیا گیا ہے کہ آپ چار چیزوں کی وجہ سے نہانے کا حکم دیا کرتے تھے اِس کی وجہ یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث سے حضور اکرم ﷺ کا کسی میت کو غسل دینا ثابت نہیں۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اِن چاروں غسلوں میں سے غسلِ جنابت فرض ہے، جمعہ کے دِن سنت ہے، باقی دونوں غسل مستحب ہیں۔

جس مسلمان کے حق میں چار آدمی خیر کی گواہی دیدیں اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائیں گے :

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا مُسْلِمٍ شَھِدَ لَہٗ اَرْبَعَۃٌ بِخَیْرٍ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ ، قُلْنَا وَثَلَاثَۃٌ قَالَ وَثَلَاثَۃٌ ، قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْہُ عَنِ الْوَاحِدِ . (بخاری بحوالہ مشکوۃ ۱۴۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے حق میں چار آدمی خیر و بھلائی کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر تین آدمی گواہی دیں تب بھی؟ فرمایا: اگر تین آدمی گواہی دے دیں تب بھی۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر دو آدمی گواہی دیں تب بھی؟ فرمایا: اگر دو آدمی گواہی دے دیں تب بھی، پھر ہم نے آپ سے ایک کے بارہ میں سوال نہیں کیا۔

ف : صاحبِؒ مشکوۃ نے یہاں یہ حدیث مختصر ذکر کی ہے، بخاری شریف میں پوری حدیث موجود ہے، مفہوم اُس کا اِس طرح ہے کہ حضرت ابوالاسودؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مدینہ طیبہ آیا تو وہاں طاعون کا مرض پھیلا ہوا تھا، میں حضرت عمرؓ کی خدمت آکر بیٹھ گیا۔ صحابۂ کرامؓ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو میت کا خیر و بھلائی کے ساتھ تذکرہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے (سن کر) فرمایا اِس کے لیے (جنت) واجب ہوگئی پھر دُوسرا جنازہ گزرا تو اُس کی میت کا بھی خیر و بھلائی کے ساتھ تذکرہ ہوا، (باقی صفحہ ۵۷)

اِس دَور کی اہم ضرورت

صبرو اِستقامت اور اپنی قیادت پر بھرپور اعتماد

امیر جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم ۱۶؍ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اِس موقع پر اَساتذہ کرام اور طلباء سے تفصیلی خطاب فرمایا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (اِدارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الْعَظِیْمِ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا . فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَاتُطِعْ مِنْھُمْ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا . صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

حضرات اَساتذۂ کرام، طلبائے عزیز میرے بھائیو! پچھلے دِنوں جب لاہور میں جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس عمل کا اجلاس تھا تو اِرادہ تھا کہ یہاں جامعہ مدنیہ جدید میں بھی حاضری دُوں گا لیکن اُن دِنوں کی مصروفیتیں اور مشاغل رُکاوٹ بنیں اور آج مجھے یہ موقع ملا کہ میں اِس کی تلافی کروں اور آپ کی خدمت میں حاضری دُوں۔ مجھے اِنتہائی خوشی ہورہی ہے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جامعہ مدنیہ جدید تشنگانِ علومِ دینیہ کے لیے ایک مرجع ثابت ہوا ہے اور بڑی تعداد میں آپ حضرات یہاں علمی فیض حاصل کررہے ہیں۔

مخدومِ مکرم حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ قدس اللہ سرہُ العزیز کی زندگی بھر کی کاوشوں اور اِنتہائی پُرخلوص توجہات کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اِس چھوٹے سے ٹکڑے کو اپنے دین کے علم کے نور سے روشن کردیا ہے اور میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے اَکابر جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کی جنگ لڑی اور اُسی تسلسل میں دارُ العلوم دیوبند قائم کیا یہ اُنہی اَکابرین کی پُرخلوص کاوشیں تھیں جن کو اللہ نے قبول کیا اور جس کی روشنی آج پورے کرۂ اَرض کو روشن کرتی نظر آرہی ہے۔ ہر طرف مدارس ہیں چاہے آپ ایشیاء میں دیکھیں افریقہ میں دیکھیں یورپ میں دیکھیں امریکہ میں دیکھیں اُسی درسگاہ سے فیضیاب لوگ اُنہی

اکابر اور اساتذہ کرام کے علمی تسلسل کے حامل لوگ ہر طرف پھیلے ہوئے خدمت کر رہے ہیں کام کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ برادرِ مکرم مولانا محمود میاں صاحب اور مولانا رشید میاں صاحب کو توفیقِ مزید عطاء فرمائے کہ اُن کی نگرانی میں یہ اِدارے اور ترقی کریں اور ترقی کریں اور علم و عمل سے آباد یہ اِدارے اللہ کے یہاں قبولیت حاصل کریں۔ ظاہر ہے یہی چیزیں ہماری بنیاد ہیں یہی ہماری روشنی ہے یہی روشنی لے کر ہم دُنیا میں میدانِ عمل میں اُترتے ہیں۔ اور آج جس دَور سے ہم اور آپ گزر رہے ہیں اِس کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم جب اپنی تاریخ پڑھتے ہیں چاہے انسانی تاریخ کا مطالعہ کریں چاہے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم کتابوں میں بڑے بڑے واقعات پڑھتے ہیں اور اپنی مجالس میں اُس کا علمی اَنداز میں تذکرہ کرتے ہیں تو وہ واقعات بڑے محیط قسم کے واقعات اور بڑے ہیکل قسم کے واقعات ہمارے دل و دماغ پر چھاجاتے ہیں لیکن جب ہم اپنے دَور کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو وہ واقعات اُس کے مقابلے میں کچھ چھوٹے ہی نظر آتے ہیں۔

ہماری نظروں میں عالمی سطح پر اِنقلابات اور تغیرات نمودار ہوئے ہیں تبدیلیاں برپا ہوئی ہیں، سوویت یونین ٹوٹ گیا عالمی سیاست میں طاقت کا توازن ختم ہوگیا اور عالمی سیاست کا توازن سارا کا سارا ایک ہی پلڑے کی طرف جھک گیا اور آج امریکہ کی قیادت میں مغربی اِستعمار اپنا تمام تر غصہ اِسلام اور اہل اِسلام سے نکال رہا ہے۔ ساری مشکلات اِس وقت اُمتِ مسلمہ کی طرف متوجہ ہیں، ظاہر ہے کہ اِس تمام تر ماحول میں اِس صورتِ حال کو ہم نظر اَنداز نہیں کر سکتے اور یہ بات ہمارے ذہن میں ہونی چاہیے کہ جب ہم اسلام یا اُمتِ اسلام کی بات کرتے ہیں تو اُمتِ اسلام میں بھی نشانے پر ہمارے دینی مدارس ہیں اور دینی مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے لوگ ہیں، علم و عمل کا یہ نمونہ آج دُنیا کے لیے قابلِ قبول نہیں۔

تو یہ ایک مشکل دَور ہے جو ہمارے اُوپر گزر رہا ہے اور ہم نے ہی سوچنا ہے کہ ہم نے اِس مشکل سے کیسے نکلنا ہے۔ اِس کا تحمل اور اِس کی برداشت ہم نے کرنی ہے۔ یہ اَب ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اِس صورتِ حال سے کس اِستقامت کے ساتھ نکلتے ہیں کس ہوش مندی کے ساتھ ہم اِس سے نکلتے ہیں۔ آپ حکمرانوں کے مزاج کو دیکھیں آپ سیاسی جماعتوں کی مشکلات کو دیکھیں سول سوسائٹی کے نام پر جو لوگ آج کل نمودار ہوتے ہیں اِس حوالے سے آپ لوگوں کو دیکھیں یہ سب کے سب دُنیا کو یہی کہہ رہے ہیں کہ تمہارا دُشمن یہ مُلّا ہے یہ مدرسے والے مُلا ہیں ہم نہیں ہیں، وہ بھی ہمیں نشانے پر لانے کے لیے اُن کو مشورہ دیتے ہیں۔

کسی زمانے میں مسلمانوں کو تقسیم کیا گیا مذہبی اعتقادات کی وجہ سے، اَب مذہبی اختلافات تو دُنیا میں ہوتے ہیں لیکن اختلافات ہوتے ہیں اختلافات میں تعصب اور نفرتیں نہیں ہوتیں۔ ہم اپنی کتابیں پڑھتے ہیں ہر مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اور ہر مسئلہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا امام ٹھیک ہے باقی غلط۔ سارا سال ہم اِماموں کے درمیان یہ لڑائیاں دیکھ رہے ہوتے ہیں ہر مسئلہ پر تنازع ہے جھگڑا ہے اپنے اپنے دلائل ہیں لیکن مجال ہے کہ کسی ایک بزرگ کے بارے میں کسی ایک امام اور مجتہد کے بارے میں رَتی بھر اُس کے احترام میں کوئی کمی آتی ہو۔ ہمارے دل میں جو احترام امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا ہوتا ہے، امام مالک ؒ کا احترام اُس سے کچھ کم نہیں ہوتا، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور جتنے بھی ائمہ ہیں جس کا بھی ذکر آتا ہے اِنتہائی درجہ عقیدت اور احترام میں ڈوبا ہوا تذکرہ ہوتا ہے۔

لیکن آج اختلاف ہوا نہیں اُس کا نام فرقہ پڑ گیا اور پھر ہر فرقہ ایک دُوسرے فرقے پر جو فتوے جھاڑتا ہے اور کفر و تکفیر کرتا ہے اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ، کس بنیاد پر؟ یہ بنیاد انگریز نے پیدا کی، یہ نفرت اور تعصّبات کس نے اُبھاری؟ اور وہ نفرتیں تو ہیں ابھی تک، ختم نہیں ہوئیں لیکن اِس نئی جنگ میں اور اِس نئے ماحول میں ایک نئے انداز کے ساتھ اُمت کو تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ایک طبقہ ہے جس کو کہتے ہیں یہ ''انتہا پسند'' ہے، دُوسرا طبقہ وہ ہے جس کو کہتے ہیں یہ ''اِعتدال پسند'' ہے، تیسرے طبقہ کا نام رکھتے ہیں یہ ''روایت پسند'' ہیں، چوتھے طبقے کا نام رکھتے ہیں ''روشن خیال''۔ اور جو انتہا پسند ہے اُس کو تو سزا دو نیست و نابود کر دو اُس کو یہ بڑا مجرم طبقہ ہے، جو اعتدال پسند ہے اُن پر نظر رکھو، جو روایت پسند قسم کے لوگ ہیں اُن کے ساتھ گزارا کرو اور جو روشن خیال ہیں مسلمانوں میں یہ اپنا بندہ ہے، پاگل ہو گئے ہیں یہ۔ اِس طرح ہمارے درمیان ایک طبقاتی تقسیم لانے کی کوشش کی جا رہی ہے، تو کبھی ہمیں مذہبی اعتبار سے تقسیم کیا جاتا ہے کبھی ہمیں رویوں کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ کبھی ہماری بود و باش کی بنیاد پر ہمیں تقسیم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور پھر جھگڑا ہم اپنا پہلے گھر میں لڑیں گے تو جب اپنے گھر میں جھگڑا ہو گا تو دُشمن کے مقابلے میں کمزور ہوں گے۔

اور یہ بات یاد رکھیں کہ جنگِ عظیم دوم کے بعد براہِ راست ملکوں کو فتح کرنے کا رواج ختم ہو گیا ہے کہ آپ براہِ راست جائیں جنگیں لڑیں اور ملک پر قبضہ کر لیں اور ملک کمزور ہوتے ہیں داخلی خلفشار کی وجہ سے تو جب داخلی طور پر قومیں کمزور ہو جاتی ہیں تو عالمی قوتیں اُن پر معاشی اور سیاسی طور پر مسلط ہو جاتی ہیں اُس کے

آئین کو کمزور کر دیتی ہیں اُس کے اقتدارِ اعلیٰ کو کمزور کر دیتی ہیں اُس کی خودمختاری کو کمزور کر دیتی ہیں اور پھر آپ معاشی اور سیاسی لحاظ سے اُس کے سامنے ''بے چارہ'' بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو جس طرح چاہیں وہ آپ کو ہانکتے رہیں جس طرح چاہیں وہ آپ کو چلاتے رہیں۔ آج کی دُنیا میں قوموں کو اِس طرح فتح کرنے کا رواج ہے اور ہمیں داخلی خلفشار کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور ہمارے لیے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں اور ظاہر ہے ایسی صورتِ حال کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے اِس سے ہم نے نکلنا ہے۔

میں کبھی دوستوں کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ سیلاب کا خطرہ ہوتا ہے تو جب سیلاب کا خطرہ ہوتا ہے تو آپ بند باندھتے ہیں کسی طرح ہم اِس سیلاب کا راستہ روکیں، سیلاب آنے کو ہے تو کس طرح اُس کا رُخ موڑیں تاکہ آبادی بچ جائے۔ اور ایک وہ ہے کہ سیلاب آپ کی آبادی میں اَندر آجائے اور آبادی کو گھیر لے تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ اَب اِس مصیبت سے نکلنا کیسے ہے؟ اِن دونوں کی حکمتِ عملی مختلف ہوتی ہے پہلے سے سیلاب کا خطرہ ہو تو آپ اُس کو روکیں گے کیسے اور آبادی کو بچائیں گے کیسے؟ دُوسری صورت میں سیلاب میں آپ گھر گئے ہیں تو اَب اِس سے نکلنے کی کیا صورت کریں گے؟ اگر ہم اِس میں .... پیدا کرتے ہیں تو پھر ہم کوئی ایسی خوبصورت حکمتِ عملی نہیں بنا سکتے۔ ہمارے اُوپر بھی کچھ ایسے ہی حالات گزرے ہیں اور گزر رہے ہیں اور یہ ایک اِمتحان ہے جو اِس اُمت پر گزر رہا ہے، ایک مشکل ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم جسدِ واحد ہیں اُمت ایک جسدِ واحد ہے جناب رسول اللہ ﷺ کے دَور میں سب کے اَندر ایک وحدتِ فکر موجود ہوتا تھا زمانہ ایک لوگ اُسی زمانے کے ایک ہی مرکز پر وہ مجتمع ایک ہی روشنی سے وہ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

لیکن آج کے دَور میں جب ہم جسدِ واحد کا تصور کریں گے تو ظاہر ہے کہ اِس وقت جو لوگ جس فکر پر مجتمع ہوتے ہیں اُن کو ہم جسدِ واحد ہی سے تعبیر کریں گے۔ اور جسدِ واحد کے اَجزاء کیا ہیں؟ ایک اُمت جب جسدِ واحد بنتی ہے تو اُس کے جو ذاتی عناصر ہیں وہ کیا ہیں؟ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَتَعَاطُفِھِمْ وَتَرَاحُمِھِمْ کَمَثَلِ جَسَدٍ وَّاحِدٍ** ایمان والے لوگ جو ہیں ایک دُوسرے کے ساتھ دوست رہنے میں ایک دُوسرے کے لیے نرم رہنے میں ایک دُوسرے پر مہربان ہونے میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اَب جسدِ واحد کی بنیاد بتادی کہ ہمارے درمیان جب رحمت ہوگی ہمارے درمیان جب ایک

دُوسرے کے لیے نرمی ہوگی ہمارے اندر جب مودّت ہوگی یہ جذبات جب شامل ہوں گے تو اِس چیز سے بنی گی جسدِ واحد۔ اور اِس جسدِ واحد کو مشکل بھی درپیش آسکتی ہے، کبھی بیماری جسم کے اندر پیدا ہوجاتی ہے کبھی باہر سے کوئی مشکل آجاتی ہے تو پھر وہ سب کی مشترک ہوتی ہے۔ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ، اِشْتَکٰی کُلُّہٗ، وَاِنِ اشْتَکٰی رَأْسُہٗ، اِشْتَکٰی کُلُّہٗ، الخ اَب جب مشکل درپیش آئے گی تکلیف آئے گی تو پھر اگر وہ سر میں دَرد ہے تو تمام جسم بے قرار، آنکھ میں دَرد ہے تو تمام جسم بے قرار، کسی بھی جسم میں اگر دَرد مچل رہا ہے تو ساری رات جاگ کر گزرتی ہے بخار کے ساتھ گزرتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آنکھ میں دَرد ہو تو صرف آنکھ ہی جاگ رہی ہو آپ کی اور باقی سارا بدن سو رہا ہے۔ اُنگلی میں دَرد ہے تو بس ایک اُنگلی ہی جاگ رہی ہے باقی سارا بدن سو رہا ہے تو ایسا نہیں ہوگا۔

اور ظاہری علامت یہ ہوتی ہے کہ اُس جسم کے تمام اعضاء کے درمیان ایک توازن ہوتا ہے دماغ فیصلہ کرتا ہے اور اُس کے فیصلے کے مطابق ہاتھ نے ہلنا ہے، پاؤں نے ہلنا ہے، جسم نے حرکت کرنی ہے، کام کرنا ہے، بھاگ دوڑ کرنی ہے، یہ سارے جسم کی جو حرکتیں ہیں ان کا ایک ہی مرکز سے فیصلہ ہوتا ہے اور اُن کے اندر ایک توازن ہوتا ہے لیکن اگر اُس میں توازن برقرار نہ رہے ایک ہاتھ اِدھر جارہا ہے تو دُوسرا ہاتھ اُدھر جارہا ہے، ایک پاؤں اِدھر جارہا ہے تو دُوسرا پاؤں اُدھر جارہا ہے اَب کوئی توازن اُس میں نہیں ہے، نہ بول چال میں توازن ہے نہ حرکت میں توازن ہے تو پھر اِس جسم کے بارے میں فوراً آپ کہیں گے کہ یا تو فالج زَدہ ہے یا یہ کوئی پاگل آدمی ہے مجنون ہے۔ تو اِس جسدِ واحد کو آپ متوازن نہیں کہہ سکتے صحت مند جسم نہیں کہہ سکتے اَب ہم بھلا اپنے آپ کے بارے میں سوچ لیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو عقیدے میں بھی ایک لوگ ہیں ہمارے تو اَسلاف بھی ایک ہیں سلسلۂ نسب بھی ہمارا ایک ہے، عقیدہ وفکر بھی ہمارا ایک ہے، دُشمن بھی ہمارا ایک ہے اور آج کے دَور میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا دُشمن امریکہ ہے مغربی دُنیا ہے اِس پر بھی ہمارے درمیان کوئی اِختلاف نہیں تو ایسے وقت میں پھر اگر ہم ایک مرکز پر مجتمع ہوکر اُس کی حکمت عملی اُن کے فیصلے اُن میں یکسانیت اور توازن نہیں ہوگا تو پھر وہ جسدِ واحد مقابلہ نہیں کرسکے گا کمزور ہوجائے گا۔ (جاری ہے)

قسط : ۲

اللہ ہی خالق ہے اور وہی راہ دِکھانے والا ہے

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب ۱۶ رفروری کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اِس موقع پر اَساتذہ کرام اور طلباء سے تفصیلی خطاب فرمایا جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔(اِدارہ)

ہمارے ایک اُستاد تھے افضل صاحب وہ میرے والد صاحب کے کالج کے زمانے کے دوست تھے میرے والد اور وہ ایک کالج میں تھے تو وہ کھانا آکر ہوسٹل میں کھایا کرتے تھے اپنا لاتے تھے اور وہاں گرم کر کے کھالیتے تھے، جب تک اُن کا کھانا گرم ہو رہا تھا اُنہوں نے دو تین لقمے لے لیے عبداللہ صاحب کی پلیٹ میں سے تو حال اُن کا بھی بُرا ہو گیا اور جب ایک ہفتے کے بعد تحقیقات مکمل ہوئیں اور میں پکڑا گیا اور پتہ چلا کہ اِس نے ڈالا ہے تو وہ مجھ سے کہنے لگے پُتر میرا کی قصوراَے میں نے کہا توسی تے مفت وِچ مارے گئے تواڈا تے قصور کوئی نہیں تو اَب آئیں انسان کی طرف اِنسان کو اللہ کہتا ہے وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھَاتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا اللہ نے تمہیں ماں کے پیٹ سے نکالا تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ پھر اگر تم سارا ہی زور لگا لو اور دُنیا میں تم سائنسدان کہلاؤ ڈاکٹر کہلاؤ اور دین میں تم شیخ الحدیث کہلاؤ شیخ التفسیر کہلاؤ حافظ کہلاؤ محدث کہلاؤ امام کہلاؤ لیکن ایک آیت تم سب کا سر جھکاتی ہے وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا . اُوْتِیْتُمْ کا کیا مطلب؟ تم نے خود نہیں لیا کسی نے دیا ہے، تمہارا اپنا نہیں ہے کسی نے دیا ہے جس نے دیا ہے وہ کہہ رہا ہے میں نے دیا ہی تھوڑا ہے تو تم کیا کہتے ہو ہم سب جانتے ہیں ہم علامہ ہیں ہم عالم ہیں، بڑے سے بڑے عالم جنہیں ہم کہتے ہیں یہ بہت بڑے عالم ہیں یہ شیخ العصر ہیں اِن اَلقاب کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے معاصرین سے زیادہ جانتے ہیں بس ورنہ اگر اُن کی اپنی ذات کے علم اور جہل کو تولا جائے تو جہل زیادہ ہوگا علم تھوڑا ہوگا۔ علم تو چند معلومات کا نام ہے اور جو وہ نہیں جانتے وہ اِتنا زیادہ ہے کہ اُس کی حد ہی کوئی نہیں اُس کی اِنتہاء ہی کوئی نہیں، ساٹھ ستر برس کی زندگی میں کوئی کیا دعوی کرے گا کہ میں سب کچھ جان چکا ہوں یا میں

جان گیا ہوں۔

اور جو کچھ اِنسان جانتا ہے اُس کے خلاف بھی کر جاتا ہے جانور کبھی خلاف نہیں کرتا۔ آپ بکری کے آگے پلاؤ پکا کر رکھو اور کہو بریانی پکائی ہے کھالے، کہے گی میرا پرہیز ہے میں نہیں کھاؤں گی، گھاس رکھو گے تو جھپٹا ماری گی، اور شوگر والے کے سامنے حلوا رکھو چاہے مولوی صاحب ہوں چاہے ڈاکٹر صاحب ہوں تو تم دیکھو گے اُس کا ہاتھ آگے جارہا ہے اور وہ اپنے اندر سے کہہ رہا ہوتا ہے اَڈّی گولی وَدکھالیواں گے حلواتے کھالے واں۔

اِنسان اپنی علم کے خلاف کرتا ہے مادی طور پر بھی اور رُوحانی طور پر بھی۔ بھئی زنا حرام ہے ہو رہا ہے شراب حرام ہے پی جارہی ہے، چوری حرام ہے ہو رہی ہے، فحاشی حرام ہے، قتل حرام ہے سب کام ہو رہے ہیں تو جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں اور روکی ہوئی ہیں اور اِنسان جانتا ہے اُس کے بھی خلاف کرتا ہے اور جو چیزیں مادی طور پر اِس کے لیے مفید یا مضر ہیں امراض کی نوعیت سے وہ اُس کے خلاف بھی کرتا ہے۔ میرا بھائی دِل کا ڈاکٹر ہے مشہور ڈاکٹر ہے وہ ہر مریض کو کہتا ہے سگریٹ نہیں پینا سگریٹ بند خود بیٹھ کر پیتا ہے۔ میں کیا اَے کی کیتی جاندا کہتا ہے دل کرتا ہے تو سارے مریضوں کو کہتا ہے سگریٹ نہیں پینا اور خود پی رہا ہے، تو اِنسان جو کچھ جانتا ہے اُس کے خلاف بھی کرتا ہے اور جانور اپنی علم کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔

تو میرے عزیزو: اِنسان کی اصل جہل پھر اِس کے ساتھ ایک اور جوڑو اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا جہالت چھوٹی نہیں ہے بہت بڑی جہالت ہے اور ظلم چھوٹا نہیں ہے بہت بڑا ظلم ہے پھر اِس کے ساتھ ایک اور جوڑو وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ناشکرا، پھر ایک اور چیز جوڑو وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا بخیل پھر ایک اور چیز جوڑو وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا جلد باز پھر ایک اور چیز جوڑو وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا غصہ جھگڑا فساد پھر ایک اور جوڑو اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ پھر اور جوڑو اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا تو یہ ایکسرے قرآن سے آگئے هَلُوْعٌ، جَزُوْعٌ، مَنُوْعٌ، عَجُوْلٌ، كَفُوْرٌ، قَنُوْطٌ، قَتُوْرٌ، فَرِحٌ فَخُوْرٌ اور يَئُوْسٌ، قَنُوْطٌ، اور ظَلُوْمٌ، جَهُوْلٌ، یہ ساری چیزیں اکٹھی ہو کر کیا چیز بنی؟ ایک انتہائی ضعیف چیز وجود میں آئی تو ایک آیت جوڑ دو خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا بڑا ہی کمزور۔

تو اِنسان کی اصل جہالت ہے کائنات کی اصل علم ہے لہٰذا جب میری اصل جہالت ہے تو سب سے پہلا کام میرے ذمّہ ہے کہ میں علم حاصل کروں میں اپنی جہالت کو دُور کروں یہ پہلا اَمر ہے یہی کمزور ہوگا تو سارا دین کمزور ہوگا۔ علم ایک اصل ہے باقی سارے شعبے ہیں۔ میری بات غور سے سننا، علم ایک اصل ہے باقی سارے شعبے ہیں جب اصل کمزور ہوگا تو باقی سارے شعبے کمزور ہو جائیں گے۔ علم کو کسی کی محتاجی نہیں اور تمام شعبے علم کے محتاج ہیں، دین کے تمام شعبے جو براہِ راست دین ہیں یا بالواسطہ دین ہیں وہ علم کے محتاج ہیں علم کسی کا بھی محتاج نہیں وہ اپنی ذات میں خود ایک مکمل چیز ہے لیکن جتنے شعبے ہیں وہ اپنی ذات میں تب مکمل ہوں گے جب اُن میں اللہ کا علم آئے گا۔

پہلی وحی آئی اِقْرَاْ جبرائیل نے بھی کہا کہ اِقْرَاْ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ اِقْرَاْ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ اِقْرَاْ تین دفعہ اِقْرَاْ اِقْرَاْ اِقْرَاْ دو دفعہ قرآن میں اِقْرَاْ بِسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ پانچ دفعہ اِقْرَاْ اِقْرَاْ اِقْرَاْ اِقْرَاْ اِقْرَاْ۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ اور اِقْرَاْ اِن دونوں میں فرق ہے۔ اُتْلُ کا مطلب ہوتا ہے پڑھو اُتْلُ کا مطلب پڑھنے تک ہے سمجھنے پر دلالت نہیں کرتا اور اِقْرَاْ کا مطلب ہوتا ہے ایسا پڑھنا پڑھو کہ جو پڑھ رہے ہو وہ سمجھ میں بھی آ رہا ہو جیسے ایک عالم قرآن پڑھتا ہے تو وہ قاری ہے اور ایک حافظ قرآن پڑھتا ہے تو وہ تالی ہے تلاوت کرنے والا اُس کی تلاوت اِس کی قراءت ہے، قراءت کا مطلب ہوتا ہے سمجھ کر پڑھنا اور تلاوت کا مطلب ہوتا ہے خالی پڑھنا اُس میں سمجھنا نا سمجھنا شامل نہیں لیکن قراءت کے مفہوم میں شامل ہے ایسا پڑھنا جس کی تمہیں سمجھ بھی آ رہی ہو۔

تو پہلا اَمر ہے اِقْرَاْ اور پہلی کیفیت ہے لَا اَدْرِیْ جو اپنے آپ کو جاہل سمجھے گا ساری زندگی اُس کا علم بڑھتا رہے گا جو اپنے آپ کو عالم سمجھے گا وہ ہمیشہ اَٹکا رہے گا الٓمّٓ یہ اعترافِ جہالت ہے الٓمّٓ مطلب بیان کرو کیوں بھئی کر سکتے ہو؟ شیخ التفسیر امام غزالیؒ سے کہو امام رازیؒ سے کہو، کرلیں گے؟ حِبْرُ الْاُمَّةِ اِبْنُ الْعَبَّاسِ جو تفسیر قرآن میں سب سے مشہور ہیں وہ کرلیں گے؟ الٓمّٓ کو غیر عربی میں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اِن کا کوئی مطلب نہ ہو دُنیا میں واحد زبان ہے عربی جس کے حروف کا بھی مطلب ہے۔ اُردو میں ''س'' کا کوئی مطلب نہیں لیکن عربی میں ''س'' کا مطلب ہے۔ اُردو میں ''ص'' کا کوئی مطلب نہیں لیکن عربی میں ''ص'' کا

مطلب ہے، اگر یہ بے مطلب ہوتا تو اللہ کیوں کہتا صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ اگر بے مطلب ہوتا تو اللہ کیوں کہتا قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ اگر بے مطلب ہوتا تو اللہ کیوں کہتا نٓ وَالْقَلَمِ وَمَایَسْطُرُوْنَ اگر اِن حروف کے معانی نہ ہوتے تو اللہ کیوں کہتا کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ ۔

لسان العرب کے مصنف ابن المنظور کہتے ہیں کہ اگر میں حروف کے مطالب پر کتاب لکھوں تو لسان العرب کے برابر لکھی جائے گی۔ لسان العرب تو کلمات اور الفاظ کے مطالب بیان کرتا ہے، اگر صرف حروف کے مطالب بیان کروں تو وہ اِتنی ہی کتاب بن جائے گی یہ دُنیا کی واحد زبان ہے کہ جس کے حروف کے بھی مطالب ہیں ۔ عربی میں الف سے یا تک ہر حرف اپنی جگہ پر ایک مطلب رکھتا ہے ہم سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں لیکن ہیں، یہ قرآن کے حروف اِس پر دلالت کررہے ہیں اٰ لٓمّٓ کا مطلب ہے۔ پھر اِس میں کچھ نقطے والے ہیں اور کچھ بے نقطے والے ہیں، نقطے والے کمزور ہیں بے نقطے والے طاقتور ہیں جیسے چاند کے طلوع اور غروب، چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کا اِس کائنات پر اثر پڑتا ہے جب یہ چڑھتا ہے تو سمندروں پر ایک تاثیر مد ہے جب یہ چودہ سے آگے جاتا ہے یعنی گھٹتا ہے تو جذر ہے، اِس مد اور جذر سے اِس کائنات میں بڑے منافع پیدا ہوتے ہیں۔

تو اِسی طرح وہ حروف جو نقطے والے ہیں وہ جذر کی طرح ہیں وہ جھکنے والے ہیں اور جو بے نقطے والے ہیں وہ مد کی طرح ہیں وہ اُٹھنے والے ہیں، جو حروف بے نقط ہیں وہ طاقتور ہیں وہ اپنی دلالت میں کسی نقطے کے محتاج نہیں جو نقطے والے ہیں وہ اپنی دلالت میں نقطوں کے کوئی ایک کا کوئی دو کا کوئی تین کا محتاج ہے۔

تو مہمل الفاظ قوی ہیں معجم الفاظ سے یعنی بے نقطے الفاظ قوی ہیں نقطے والے الفاظ سے، اللہ تعالیٰ نے جب کلمہ کو تشکیل دیا تو نقطے والا کوئی حرف اِستعمال نہیں کیا سارے وہ حروف استعمال کیے جس میں کوئی نقطہ نہیں آتا لَآاِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ اِس میں آپ دیکھو کہیں ایک حرف بھی نقطہ والا استعمال نہیں ہوا ہے تو جو لَاَادْرِیْ کی کیفیت اپنے اندر برقرار رکھے گا وہ مرتے دم تک بڑھتا رہے گا بڑھتا رہے گا اور جہاں وہ لاکو ہٹا کر اَدْرِیْ پر آئے گا تو وہیں اُس کے لیے دروزے بند ہو جائیں گے۔

تو میرے عزیزو! اِس کائنات میں سب سے پہلا اَمر ہی یہ ہے کہ میں جانوں میں معلوم کروں میں اِس کی طلب میں نکلوں، اِس کائنات کی اصل اندھیرا ہے روشنی نہیں ایسے ہی دلوں کی اصل اندھیرا ہے

لَاتَعْلَمُوْنَ شَیْئًا روشنی نہیں لَاتَعْلَمُوْنَ شَیْئًا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ظلوم ظلمت سے ہے تو کیا کہتے ہیں؟ اور روشنیاں لانے کا نظام ہے۔ یہ میں کہاں سے بات کر رہا ہوں کہ کائنات میں اصل اندھیرا ہے ایک آیت اشارہ کرتی ہے وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ میری نشانیوں میں سے ہے رات، میں کیا کرتا ہوں نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ میں اُس کے اُوپر سے دن کی کھال اُتارتا ہوں فَاِذَاھُمْ مُّظْلِمُوْنَ تو تم سب اندھیروں میں ڈوب جاتے ہو تو یہاں اِس دُنیا کو ایک جانور سے تشبیہ دی ہے اور روشنی کو کھال سے اور اندر کے وجود کو اندھیرے سے، اُوپر سے کھال اُتری دِن کی تو اندر سے اندھیرا نکلا، جانور کے اُوپر سے کھال اُتر گئی تو اُس کے اندر سے سارا وجود نظر آیا کہ یہ گوشت کا وہ حصہ، یہ جگر، یہ تلی ہے، یہ آنتیں ہیں، یہ مثانہ ہے، یہ پُٹ کا گوشت ہے، یہ پسلیوں کا گوشت ہے، یہ پھیپھڑے ہیں یہ سارا کچھ کھال کے اُترنے کے بعد ہمارے سامنے آتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں دن کی کھال جب اُتارتا ہوں تو اندر سے اندھیرا آجاتا ہے اِس اندھیرے کو دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورج کو چمکایا ہے جب آتا ہے اندھیرے بھاگ جاتے ہیں دِل کے اندھیروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا سورج چمکایا ہے جب یہ سورج چمکتا ہے تو ساری ظلمتیں کفر کی شرک کی اور جہالت کی چھٹ جاتی ہیں اور سینے روشن ہو جاتے ہیں۔ جب یہ نور اندر اُترتا ہے تو اُس کی تین نشانیاں پیدا ہوتی ہیں اِذَادَخَلَ النُّوْرُ اِنْفَسَخَ الصَّدْرُ وَاتَّسَعَ جب یہ نور اندر اُترتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے تو ایک صحابی نے پوچھا کہ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَامَۃٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یارسول اللہ اُس کی کوئی نشانی ہے؟ تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل النزول نورِ علم کے ایمان کے اندر اُترنے کی تین نشانیاں ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ دُنیا سے بے رغبت ہو جائے گا، دُوسری یہ ہے کہ جنت کا شوق لگ جائے گا، تیسری یہ ہے کہ موت کی تیاری میں مشغول ہو جائے گا، یہ تین نشانیاں ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اندر میں بات آگئی اور وہ نور جس کے ہم متلاشی تھے وہ آگیا مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَامِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُّوْرٌعَلٰی نُوْرٍ یَّھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یہ وہ نور ہے جو دل میں اُترتا ہے تو اُس کی یہ تین نشانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ایک اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ساتھ جوڑ لو اُطْلُبْ قَلْبَكَ عِنْدَ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ تین جگہ پر دل تلاش کرو تو تمہیں پتہ چل جائے گا زندہ ہے یا مر گیا ہے عِنْدَ سِمَاعِ الْقُرْآنِ قرآن سنتے ہوئے دیکھو تمہارا دل لگتا ہے کہ نہیں لگتا فِیْ مَجَالِسِ الذِّکْرِ ذکر کی مجالس میں دیکھو کہ تمہارا دل لگتا ہے کہ نہیں لگتا فِیْ اَوْقَاتِ الْخَلْوَةِ تنہائی میں دیکھو تمہیں اللہ کی یاد ستاتی ہے کہ نہیں ستاتی، فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ اگر تمہیں اِن تین جگہوں پر دِل لگتا ہوا نہ دکھائی دے نہ محسوس ہو فَاسْئَلِ اللّٰهَ اَنْ يَّمُنَّ عَلَيْكَ بِقَلْبٍ فَاِنَّهٗ لَا قَلْبَ لَكَ پھر اللہ سے دُعا کر اللہ تجھے دل عطا فرمائے کہ تیرا دل مر چکا ہے ختم ہو چکا ہے۔

تو میں حیران ہوں میرا بھائی دل کا ڈاکٹر ہے اُس سے یہ پتہ چلا کہ دل کی بھی تین بڑی رگیں ہیں یہ جو دل ہے یہ گوشت والا دل اِس کی بھی تین بڑی رگیں ہیں، ایک بند ہو تو بیماری ہے دُوسری بند ہو تو خطرناک ہے تیسری بند ہو تو یقینی موت ہے الا ماشاء اللہ جسے اللہ بچائے تو بچائے طبی طور پر تینوں رگیں بند ہو جائیں تو یہ آدمی کسی وقت بھی مر جائے گا۔ تو اگر تینوں بند ہوں اور وہ نظر آ جائیں تو اُس کو ہسپتال سے نکلنے ہی نہیں دیتے اُس کو کہتے ہیں کہ اِس کو لٹا دو آپریشن کر دو پھاڑ دو اِس کو جس کو کہتے ہیں دل کھولنا کھولو اِس کا دل۔ اِنْ لَّمْ تَجِدْهُ فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ قرآن میں دل نہیں لگتا باقی دو میں لگتا ہے تو ایک رگ بند ہے دو کھلی ہوئی ہیں وہ جو رُوحانی دل ہے اور اگر مجلس ذکر میں دل نہیں لگتا تو دو رگیں بند ہو گئیں اور اگر خلوت میں بھی نہیں لگتا تو تینوں بند ہیں اِس کے آپریشن کی ضرورت ہے، یہ مرا ہوا دل لیے پھرتا ہے لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ.

تو میرے عزیزو! تم سب سے بڑے حکم میں لگے ہوئے ہو سب سے بڑی طلب اور سب سے پہلا اَمر ہے اِقْرَاْ جاؤ طلب کرو، جاؤ حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم سب کو عالم بنا دیتا ہم پیدائشی طور پر اللہ کو جاننے والے ہوتے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا ہمیں کیوں جاہل پیدا کیا؟ اس لیے کہ اِس کا امتحان ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اِس کے لیے دو راستے ہیں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا اِس کے لیے دو راستے ہیں فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِدھر چلو یا اُدھر چلو دونوں کے لیے نظام بنا ہوا ہے، اَصل ہماری جہالت ہے اَب چاہے شر کا علم سیکھو چاہے خیر کا علم سیکھو، چاہے شر کی دعوت دو چاہے خیر کی دعوت دو، تو ہمیں امتحان میں ڈالنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جاہل پیدا کیا کہ اَب جاؤ یہ

بازار ہے یہ منڈی ہے جس سودے کی طلب میں جاؤ گے تمہیں ملے گا۔

دونوں کے لیے ایک نظام ہے دونوں کا نظام ایک جیسا چلتا ہے باطل کا بھی حق کا بھی۔ حق ہو یا باطل پھیلنے کا راستہ ایک ہے ''دعوت''۔ حق کے پھیلنے کے لیے بھی دعوت ہے اور شر کے پھیلنے کے لیے بھی دعوت ہے، حق کو وجود میں لانے کے لیے بھی مبلغین ہیں اور باطل کو وجود میں لانے کے لیے بھی مبلغین ہیں، حق کے لیے بھی تبلیغ ہوتی ہے اور باطل کے لیے بھی تبلیغ ہوتی ہے، نہ کسی کو زبردستی کلمہ پڑھا سکتے ہو نہ کسی کو زبردستی تم پتھر کے آگے گرا سکتے ہو، نہ کسی کو زبردستی تم نماز پڑھا سکتے ہو نہ کسی کو زبردستی تم شراب پلا سکتے ہو، دونوں کے پیچھے ذہن سازی اور دعوت کی محنت ہے۔ اور دونوں نظام جس دن آدم علیہ السلام آئے اُسی دن شیطان آیا شیطان کا اپنا نظام چلا آدم علیہ السلام کا اپنا چلا، قابیل شیطان پر لبیک کہہ گیا ہابیل آدم علیہ السلام پر لبیک کہہ گیا دونوں کا نظام پیچھے دیکھو تو ایک جیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کو کہتا ہے اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وحی ٹھیک ہے۔ شیطان کو دیکھو وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا. اَوْحَیْنَا اور یُوْحِیْ ٹھیک ہے نا بھئی، بات سمجھ میں آرہی ہے کہ نہیں؟ اَوْحَیْنَا اور اِدھر یُوْحِیْ کیا ہے بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا.

وحی دونوں جگہ ہے مطلب جدا جدا ہے جو آسمان کی وحی ہے اُس کی نوعیت اور ہے شیطان کی وحی کیا ہے؟ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا رحمٰن کی وحی کیا ہے؟ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰـہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ یہ رحمٰن کی وحی ہے پھر وحی کے بعد آگے نظامِ دعوت ہے اُدھر بھی اِدھر بھی، پہلے داعی نوح علیہ السلام ہیں جو کہتے ہیں رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَھَارًا اور پہلا داعی اُدھر شر کا شیطان ہے وہ کہتا ہے مَاکَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُکُمْ . رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَھَارًا اور اِدھر کیا ہے؟ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُکُمْ اور دونوں کی ترتیبِ محنت بھی بتا دی اللہ تعالیٰ نے، شیطان نے کہا فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ وَلَاتَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شَاکِرِیْنَ شیطان کیسے محنت کرتا ہے؟ (باقی صفحہ ۶۱)

قسط : ۲ ، آخری

تعلیمی انہماک کو نصب العین بنائیں

جناب مولانا قاری تصورالحق صاحب صدر جمعیت علماء برمنگھم برطانیہ ۵/ فروری کو جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ اِس موقع پر اَساتذۂ کرام اور طلباء سے جواُنہوں نے خطاب فرمایا وہ پیشِ خدمت ہے۔ (اِدارہ)

میں آپ کو اپنے دل کی طرف سے یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ جس راستے آپ چل رہے ہیں یہی راستہ کامیابی کا ہے اِس میں ناکامی کا کوئی تصور نہیں ہے آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، دیکھنا سننا یہ سب آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ کامیابی یہ نہیں ہے کہ آپ کا محل بن جائے گا اور کار آپ کے دروازے پر کھڑی ہوگی بلکہ کامیابی یہ ہے کہ جب آپ کا خاتمہ آجائے گا اور فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ کہ جان تو جارہی ہے اور نعرہ یہ لگارہے ہیں اللہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ اگر اللہ کے دین کے راستے میں ہماری جان جاتی ہے اور آخری سانس اِسی پر مٹ جاتا ہے تو آپ سمجھیں کہ ہم سب کامیابی کے ساتھ گزر رہے ہیں۔

میں آخر میں یہی بات کہنا چاہوں گا میں اپنے مخدوم حضرت مولانا محمود میاں صاحب دامت برکاتہم کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں میری راستے میں یہی بات ہورہی تھی وہ اِدارہ کی صورتِ حال بتارہے تھے کہ کس طرح ہم مالی مشکلات کا شکار ہیں اور طلباء کس طرح خود اپنے طور پر ایسی ایسی چیزیں بنا کر رات دن گزار رہے ہیں، میں نے کہا دُعاء کریں ہم ایک ایسا مرکز بنانے جارہے ہیں اِس وقت لندن کے بعد دُوسرا بڑا شہر برمنگھم ہے۔ یوں تو اکثر لوگ یہاں پاکستان میں رہنے والے لندن ہی کہتے ہیں لیکن لندن صرف ایک شہر کا نام ہے پورے ملک کو دو ہی نام دِیے جاتے ہیں یونائیٹڈ کنگڈم یا اِنگلینڈ۔ اگر یونائیٹڈ کنگڈم کہتے ہیں تو پھر اُس میں آئرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ شامل ہوتے ہیں اور اگر انگلینڈ کہا جائے تو یہ علاقے خارج ہوجاتے ہیں تو لندن کے بعد دُوسرا بڑا شہر برمنگھم کا ہے، ایک طویل جدوجہد کے بعد جو دَس سال پر مشتمل تھی۔ ہم نے برمنگھم شہر میں بارہ کنال کی جگہ ایک اِدارے اور مرکز کے لیے لی ہے۔ اُس کا کام الحمدللہ شروع ہوچکا ہے پچھلے سوموار اَٹھائیس

تاریخ سے۔ ہمارا ٹارگٹ یہ ہے کہ اگلے دو سال کے اَندر اُس کام کی تکمیل ہو جائے اُس کی تکمیل پر نہ صرف یہ کہ یہاں اِس اِدارہ کی ہم دُنیا میں مختلف اِدارے جو اپنے مسلک اور عقیدہ کے ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ہم اپنے مرکز میں بیٹھے بٹھائے اِنشاء اللہ تعاون اور سر پرستی کر سکتے ہیں مگر آپ کی دُعائیں اگر دلی طور پر شاملِ حال رہیں ہماری منزل جس کا ہم نے آغاز کیا ہے اِنشاء اللہ دُور نہیں ہے۔

اور آپ کے لیے دُعاء گو ہوں ایک طالب علم کی حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے راستے کی ساری مشکلات کو حل فرمائے اور یہ مشکلات اِنشاء اللہ جیسے کہتے ہیں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا یہ تاکید کے ساتھ آیا ہے کہ تنگی کے بعد خوشی ہے انشاء اللہ یہ راتیں یہ دن یہ سختیاں یہ مصیبتیں یہ تکالیف یہ پریشانیاں یہ سب ہی چھٹ جانے والی ہیں جس چیز کو آپ حاصل کرنے آئے ہیں، کائنات میں اِس سے بڑی کوئی متاعِ عزیز نہیں ہے۔ یہ وہ خزانہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ذریعے اِس کو ثابت کیا ہے کہ فرشتوں جیسی مخلوق تو ہوئی اُس کی بنیاد پر عاری کر دیا اور انسان کو اُس پر برتری دی اور اِس نبوت کا آغاز بھی اُسی علم سے ہوتا ہے۔

آپ اُس راستے پر گامزن ہیں جس کو نبی اکرم ﷺ نے ذکر کے حلقے کو چھوڑ کر علم کے حلقے میں بیٹھ کر اُس کی عظمت اور برتری کو سلام پیش کیا اور اُس کی اہمیت کو بیان کیا۔ اِس سے زیادہ میں آپ کو اِس کا مقام بتانے کی کیا بات کر سکتا ہوں؟ دن اور رات وہ اَساتذہ جن کے قدموں میں بیٹھنا میرے لیے خود سعادت ہے میرے دائیں بائیں آگے پیچھے وہ بیٹھے ہیں میری اِس سے بڑی گستاخی کیا ہوگی کہ میں منبر پر بیٹھ کر آپ کے سامنے باتیں کر رہا ہوں، شاید میرا علم اَب بھی اُن کی ابتدائی علم کی اِنتہا ہوگی میں اپنی اِس گستاخی پر معافی چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو اِس قابل نہیں سمجھتا محض اِس لیے بیٹھا ہوں شاید آپ کو میری باتوں سے کچھ حوصلہ ہو جائے زندگی میں اور اگر حوصلہ آپ کو مل جائے کیونکہ جو قومیں شکست خوردنی کا شکار ہو جاتی ہیں وہ قومیں اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکتیں، مایوسی انسانی قوموں کو پامال کرنے کا سب سے بڑا راستہ ہے اور جو عزم و ہمت کے مالک ہوتے ہیں اُن کے لیے اگر سلاخیں بند ہو جائیں تالے لگ بھی جائیں تو ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور قرآن پاک اِس بات پر شاہد ہے کہ جب سیّدنا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ایک عورت نے آپ کو اپنے جرم میں شریک کرنے کے لیے سارے دروازے بند کر دیے تھے تو اُن لگے ہوئے تالوں کو انسانی عزم نے ہی تو

توڑا تھا وگرنہ وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اُن تالوں کو توڑ سکتی تھی تو آج بھی دُنیا کے اَندر کفر کے جتنے بھی تالے ہمارے چاروں طرف لگ رہے ہیں آپ کا عزمِ سلیم اِنشاء اللہ اِن پہاڑوں کو آپ کے سامنے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیں گے۔

میں اِنہی باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں ایک بار پھر سلام بھی پیش کرتا ہوں مشکور بھی ہوں اِس بات پر کہ مجھے چند باتیں آپ کے سامنے کہنے کی توفیق ہوئی یہ متفرقات ہیں آپ کے سامنے کسی موضوع پر تو گفتگو کی نہیں یہ بات اِس شرکت کے ساتھ اِس عظیم اِدارے کے اندر میری سعادت بھی شامل ہو جائے اور اِسے اللہ تعالیٰ میری آخرت کی کامیابی کا شاید ذریعہ بنادے۔ اِسی کے ساتھ میں ایک مرتبہ پھر حضرت مخدوم مولانا محمود میاں صاحب کا، قاری غلام سرور صاحب کا اور حضرت کے اِدارے میں جتنے اَساتذہ کرام ہیں خدام ہیں جو آپ کی خدمت پر لگے ہوئے ہیں اِن کا احترام کرنا یہ بات ضمناً آ گئی کہ اِن کو آپ اپنا بڑا سمجھئے اِن کے بارے میں آپ کبھی بھی ذہن میں یہ نہ لائیے نہ کبھی کوئی گستاخی کرنی ہے، اگر اُن سے زیادتی ہو بھی ہو جائے تو جس طرح ماں باپ سے زیادتی ہو جائے لیکن آپ اُن کا ادب واحترام اِس میں سمجھتے ہیں کہ یہ میرے ماں باپ ہیں تو اِن کی سختی کو بھی آپ اِسی درجے میں لیجیے، اِن کا ادب واحترام آپ کی کامیابی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے اور جب اِن کے بارے میں اگر یہ نظریہ ہو جائے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اِدارے کے مہتمم صاحب کو دیکھیں یا اَساتذہ کہ وہ اپنی زندگی کیسے گزار رہے ہیں اور ہم کن مصیبتوں میں پڑے ہوئے ہیں؟ یہ جذبہ دراصل آپ کو غلط راہ پر لے جا رہا ہے آپ یہاں جس کے ساتھ آئے ہیں اُس کے ساتھ خلوص کے ساتھ رہیے اِنشاء اللہ جو اُن کے اندر صلاحیتیں ہیں جو اُن کے وسائل اجازت دیتے ہیں وہ انشاء اللہ آپ کی برتری آپ کی سہولت کے لیے وہ پوری طرح بروئے کار لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمیں اپنے بزرگوں سے یہی تو ملا ہے کہ ہم بھوکے رہ کر بھی اپنے لوگوں کے لیے اِیثار کرتے ہیں اگر ایک بزرگ کو کہا جاتا ہے کہ آپ یہاں کتنی تنخواہ لیتے ہیں فرض کیا کہ سو روپے لیتے ہیں تو اُنہیں کہا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں ہم آپ کو پانچ سو روپے دیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ جو سو بھی ملتا ہے اِس سے بھی کچھ بچ جاتا ہے ہم نے وہاں جا کر پانچ سو روپے لے کر کیا کرنے ہیں، ہم تو اُن اکابرین کے نام لیوا ہیں خود تو ہمارے اَندر کوئی اہلیت اور صلاحیت نہیں ہے شاید اُنہی کے نام کی وجہ سے ہمارا وجود باقی ہے۔ اِس لیے اپنے

اکابرین کے نقشِ قدم پر ثابت قدم رہیے اور یہی آپ کے لیے اور میں سمجھتا ہوں علماء اہلِ سنت والجماعت جنہیں علمائے دیوبند کہا جاتا ہے اِس وقت رُوئے زمین پر دین کو معتدل طور پر پیش کرنے کے لیے اِن جیسی جماعت کوئی بھی موجود نہیں ہے، میں کسی جماعت کی اِس وقت خامیوں اور خوبیوں کو آپ کے سامنے بیان کرنے نہیں آیا کہ میں آپ کو موازنہ کرکے بتاؤں لیکن اپنی پوری زندگی کا تجزیہ بیان کرتا ہوں کہ زندگی کے شعبوں میں ہر لحاظ سے جس کے اندر اعتدال پایا جاتا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کے ساتھ ہماری نسبت ہے، اللہ اِسی نسبت کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرمائے، **و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .**

۞ ۞ ۞

وفیات

تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق ساؤتھ افریقہ کے حضرت مولانا بایزید محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ہمشیرہ صاحبہ وفات پاگئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم تعلیمات اور اُستاذ الحدیث مولانا خالد محمود صاحب مدظلہ کی والدہ صاحبہ ۱۲؍فروری کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ مرحومہ بہت نیک اور شریف خاتون تھیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مولانا اور اُن کے دیگر برادران کو اِس حادثہ پر صبر جمیل نصیب ہو۔

۲۶؍ مارچ کو محترم جناب عبدالمجید صاحب کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ مرحومہ بہت مہمان نواز اور ملنسار خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجرِ جلیل عطاء فرمائے۔

۲۷؍ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولوی عقیل احمد صاحب کے والد صاحب وفات پاگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اہلِ ادارہ جملہ مرحومین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔ جامعہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اُٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دِل پر تیر کون

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب، ساہیوال ﴾

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

اِس دُنیا میں موت وحیات کا کھیل شروع ہی سے جاری ہے، جو آیا ہے اُسے جانا بھی ہے۔ موت ایک ایسی اَٹل حقیقت ہے جس کا منکر کوئی کافر بھی نہیں ہے۔ خدا کے وجود کے منکر تو دُنیا میں موجود ہیں لیکن موت کے منکر اِس دُنیا میں ناپید ہیں۔ ہاں کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بھلانا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگ اپنے لیے نہیں بلکہ خلقِ خدا کی بہتری اور بھلائی کے لیے جیتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا مقصد خلقِ خدا کی اِصلاح ہوتا ہے۔ وہ بھٹکے لوگوں کو راہِ حق دکھلاتے ہیں اور اُن کے فیضِ نظر سے لاکھوں راہِ ہدایت پر گامزن ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی موت کے متعلق ہی حضورِ اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے **مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ** کہ ایک عالم کی موت دُنیا جہاں کی موت ہے۔ اِسی حدیث کے مصداق میرے مرشد ومربی مرشد العلماء، مخدوم الصلحاء، پیکرِ اخلاص ومحبت، منبع فیوض و برکات، سلسلۂ قادریہ چشتیہ رائے پور کے شیخِ بے بدل حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس رقم المعروف سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تھے جو ۵؍فروری ۲۰۰۸ء مطابق ۲۶؍محرم ۱۴۲۹ھ کو ہمیں بے سہارا چھوڑ کر عازمِ خلدِ بریں ہوگئے **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** . آپ جیسی ستودہ صفات ہستیاں اِس دَور میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ آپ کی رِحلت کے بعد ہر طرف اَندھیرا ہی اَندھیرا ہے، روشنی کی کرن کہیں نظر نہیں آتی۔

آپ کے والدِ ماجد سیّد القلم محمد اشرف زیدی صاحب رحمہ اللہ گھڑیالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے اِنتہائی متدین اور نیک شخص تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۱؍مارچ ۱۹۳۳ء کو اِسی گاؤں میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کا نام انور حسین رکھا۔ آپ نے ایف۔اے کرنے کے بعد اپنے والد ماجد کے پیشۂ خطاطی کو ہی اختیار کیا اور اِس فن میں امامِ فن کے مقام تک پہنچے۔ جب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے تو اپنے آپ کو شیخ کی محبت میں فنا کر دیا اور اُنہی کے ہوکر رہ گئے۔ جلد ہی شیخ نے خلعتِ

خلافت سے نواز دیا۔ سُنا ہے کہ آپ کی خطاطی کی نفاست دیکھ کر حضرت رائے پوریؒ نے ہی آپ کو ''نفیس رقم'' کا لقب مرحمت فرمایا تھا۔ اِس طرح آپ اَنور حسین نفیس رقم ہو گئے۔ بعد میں آپ نے شیخ کے عطا کردہ لقب ہی کو اپنا نام بنالیا اور اپنا نام صرف نفیس الحسینی ہی تحریر کرتے تھے۔ یہ ہے شیخ سے اُلفت و محبت کی اِنتہا۔

حضرت شاہ صاحبؒ سے شناسائی تو اپنی جوانی کے وقت ہی سے تھی۔ بندہ کی بیعت پہلے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ رائے پوری چک نمبر ۱۱۔ ایل چیچہ وطنی والوں سے تھی۔ اُس وقت بندہ گورنمنٹ ڈگری کالج بورے والا میں پڑھاتا تھا۔ جب حضرتؒ کا وصال ۱۹۸۴ء میں ہوا اُس وقت میں ساہیوال آ گیا تھا۔ چونکہ شاہ صاحبؒ کا گیارہ والوںؒ کے پاس آنا جانا رہتا تھا اور آپؒ نے اپنے تمام بھتیجوں کو حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت کرایا تھا جن میں سے اکثر حضرت شاہ صاحبؒ کے ہی مجاز ہوئے اِس لیے شاہ صاحب سے اُنس و تعلق حضرت گیارہ والوںؒ کی زندگی میں ہی خاصا بڑھ گیا تھا۔ حضرت گیارہ والوںؒ کی وفات کے بعد پروفیسر محمد رفیق اذفر اور بندہ نے اوکاڑہ کی ایک مجلس میں حضرت شاہ صاحبؒ سے تجدید بیعت کی درخواست کی تو حضرتؒ نے فرمایا بیعت کی ضرورت نہیں ہے تعلق حضرت گیارہ والوںؒ ہی سے رکھیں ویسے آتے جاتے رہا کریں۔ ہم خاموش ہو گئے اور گاہے گاہے حضرت شاہ صاحبؒ سے ملنے کے لیے لاہور جانا شروع کر دیا۔

اِس دَوران ہمیں خبر ملی کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت گیارہ والوںؒ کے کچھ مریدوں کو بیعت فرمالیا ہے لیکن ہم خاموش رہے اور آنے جانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک دن رفیق اذفر صاحب بندہ سے کہنے لگے اَب تو ہم بہت آوارہ ہو گئے ہیں شاہ صاحبؒ بھی ہمیں بیعت نہیں کرتے کچھ دُوسرے ساتھیوں کو بیعت کرلیا ہے اَب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا آپ دُعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ اِس سلسلہ میں کوئی بہتر صورت پیدا کردیں گے۔ پھر ۹؍ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ہم شاہ صاحبؒ کی زیارت کے لیے کریم پارک پہنچے، اذفر صاحب تو حسبِ معمول مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ بندہ نے شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے اچھے اچھے لوگوں کو تو بیعت فرمالیا ہے اَب ہمارے جیسے نالائق کہاں جائیں گے۔ حضرتؒ میری بات سُن کر مسکرائے اور ہم دونوں کو بھی اپنے دامنِ اِرادت و بیعت میں قبول فرمالیا۔

اِس کے بعد آہستہ آہستہ حضرتؒ کی توجہات اور شفقتوں سے کچھ حصہ ملنے لگا۔ جب بھی میں اور اذفر صاحب حاضر خدمت ہوتے تو اذفر صاحب خاموشی سے با اَدب ہو کر بیٹھ جاتے۔ کوئی بات حضرتؒ سے پوچھنا

یا کہنا ہوتی تو متکلم مجھے ہی بننا پڑتا۔حضرتؒ میری بات غور سے سُنتے اور جوابِ باصواب سے نوازتے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اچھا شاگرد وہ ہوتا ہے جو اُستاد سے پوچھتا رہے اور اچھا مرید وہ ہوتا ہے جو مرشد سے سوال نہ کرے اور مرشد کے ہر حکم کو مانے سمجھ آئے یا نہ آئے۔حافظ شیرازیؒ نے بھی ایسا ہی کہا ہے ؎

بہ مے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید　　　که سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا

اگر تیرا مرشد کہے کہ اپنے مصلا کو شراب کے رنگ سے رنگین کرلے تو اُس پر عمل کرلے،
کیونکہ منزلِ طریقت کا راہی اُس راستہ کی منزلوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔

لیکن بندہ کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کا معاملہ عام طریقہ سے ہٹ کر ہی تھا۔حضرتؒ کبھی بھی میرے سوالات پر کبیدہ خاطر نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ مسکرا کر جواب مرحمت فرماتے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضرت کسی کو کوئی بات سمجھا رہے ہیں بات ختم کرنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے، کیا میں نے دُرست کہا ہے؟ بندہ پُر زور اَنداز میں تائید کرتا تو حضرتؒ مسکرانے لگتے۔

تقریباً دوسال پہلے خانقاہِ سیّد احمد شہیدؒ میں حضرتؒ کے پاس بیٹھے تھے آپ کسی ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ ''بابوں (بوڑھوں) پر محنت ضائع نہ کیا کرو بلکہ نوجوانوں پر محنت کرو، بابوں کا بدلنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے میں نے تائید میں سر ہلایا تو فرمایا کیا میری بات دُرست ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سو فیصد دُرست ہے۔ تائید کے لیے میں نے عربی کا یہ شعر پڑھا ؎

وَاِنَّ سَفَاهَ الشَّيْخِ لَاحِلْمَ بَعْدَهٗ　　　وَاِنَّ الْفَتٰى بَعْدَ السَّفَاهَةِ يَحْلُمُ

بوڑھا آدمی کوئی بیوقوفی کرلے تو اُس سے باز نہیں آتا اور جوان آدمی اپنی بیوقوفی کے بعد نرم بھی ہو جاتا ہے۔

حضرتؒ میری بات سُن کر خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ 2004ء کی بات ہے بندہ عمرے کے سفر پر جارہا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ سے ملنے کریم پارک گھر پر حاضر ہوا، حضرتؒ خوش ہوئے اور فرمایا بڑے خوش قسمت ہو ہر سال عمرے کے لیے چلے جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا حضرت! یہ صرف آپ کی دعاؤں کے طفیل ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تم ریٹائرمنٹ کے بعد اَب کیا کررہے ہو؟ میں حضرت کے سوال کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ حضرت! آپ کے علم میں ہے کہ میرا لاکھوں روپیہ ایک آدمی لے کر بھاگ گیا ہے جو تھوڑی سی رقم باقی

ہے اُسے کاروبار میں لگاتا ہوں وہاں پھنس جاتی ہے، اِس لیے مجھے بتائیں میں کون سا کاروبار کروں۔ آپ میری بات سن کر حیران ہوئے، پھر فرمانے لگے روٹی ملتی ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا الحمدللہ اِتنی پنشن مل جاتی ہے کہ گزارا ہو جاتا ہے تو فرمایا کچھ دین کا کام کرو، میں نے عرض کیا کس طرح؟ تو فرمایا کسی دینی مدرسہ میں پڑھانا شروع کردو۔ میں نے کہا کہ حضرت! اگر میں اچھا بندہ ہوتا تو اپنی لائن نہ تبدیل کرتا بلکہ کسی مدرسہ میں پڑھاتا رہتا اور آج سے بیس سال پہلے کہیں شیخ الحدیث بن جاتا۔ لیکن میرا مزاج گندا ہے اِس لیے میں کسی مدرسہ میں نوکری نہیں کرسکتا اور ساہیوال میں کوئی مدرسہ مجھے فی سبیل اللہ قبول نہیں کرے گا۔ مزید برآں میری شوگر کی عمر اَٹھائیس سال سے زیادہ ہوگئی ہے اِس لیے میرا حافظہ قریبًا ختم ہو چکا ہے اگر کسی نے پڑھانے کا موقع دے بھی دیا تو پڑھا نہ سکوں گا۔ آپ نے فرمایا عمرہ کر کے جب واپس آؤ تو کسی مدرسہ میں ایک سبق پڑھانا شروع کردو، میں دُعا کروں گا ساہیوال میں کوئی نہ کوئی مدرسہ تمہیں قبول کر لے گا اور تم بخوبی پڑھا بھی سکو گے۔ حضرتؒ نے جب یہ بات بار بار کہی تو بندہ نے بھی وعدہ کرلیا۔ عمرہ سے واپسی کے بعد مدرسہ دارُالعلوم الاسلامیہ چک نمبر ۸۹۔۶۔آر، والوں نے مجھے قبول کرلیا۔ وہاں جا کر صرف دو سبق پڑھا کر واپس آجاتا ہوں۔ اَب میں حضرتؒ کو دُعائیں دیتا ہوں کہ اُنہوں نے مجھے سیدھے راستہ پر لگا دیا اور اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اِس کام کو قبول کر کے ذخیرۂ آخرت بنا دیں گے۔

ہمارے کچھ بزرگوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ بعض اَوقات چھوٹوں کو بڑا بنا دیتے ہیں۔ بندہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ میں نہ شاعر ہونے کا مدعی ہوں اور نہ ہی فضول شاعری کو پسند کرتا ہوں۔ ہاں مزاج اَدبی ذوق کا حامل ضرور ہے۔ کبھی کبھی حمدیہ اور نعتیہ اشعار ہو جاتے ہیں۔ گاہے بہ گاہے کسی اللہ والے کا مرثیہ بھی ہو جاتا ہے۔ میرے حمدیہ اور نعتیہ اشعار اکثر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان میں اور کبھی کبھی ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور میں شائع ہوتے رہتے ہیں اِس لیے میرے اشعار پر حضرتؒ کی نظر بھی پڑ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اپنا کلام اکٹھا کرلو، بندہ نے عذر کیا کہ میں نے تو اپنے اشعار نہ ہی محفوظ رکھے ہیں اور نہ ہی کبھی اُن پر دُوسری نظر ڈالی ہے اِس لیے میرے لیے یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد بھی حضرتؒ نے دو مرتبہ یہی مشورہ دیا تو مجبور ہو کر بندہ نے اپنا کلام اکٹھا کیا اور اِس فن کے دو ماہر اَساتذہ سے اس کی اصلاح کرائی۔ پھر مسودہ حضرتؒ کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ نے چند نظمیں مجھ سے سنیں اور باقی مسودے پر خود ہی طائرانہ نظر ڈالی۔ پھر

میرے کہنے پر اِس کے لیے کچھ تحریر بھی فرمادیا۔ اس کے بعد بندہ کی کتاب ''صدائے دلِ مضطر'' کے نام سے حضرت شاہ صاحبؒ کے حکم ہی سے مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ کے مالک اشفاق خان صاحب نے شائع کرائی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مجھ جیسے ہیچمداں کو کس طرح صاحبِ کتاب بنادیا۔ حالانکہ ''من آنم کہ من دانم'' کیا میری شاعری اور کیا میں۔ حضرتؒ کا نعتیہ اور غیر نعتیہ کلام جس عروج پر ہے ہم تو اُس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ مجھ جیسے نالائق کوتاہ بیں اور گمنام لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا صرف آپؒ ہی کا حصہ تھا۔

حضرتؒ جولائی ۲۰۰۷ء میں اُزبکستان تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر آپ کے کان کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن وغیرہ بھی کیا لیکن مرض بڑھتا گیا اور آپ مستقل صاحبِ فراش ہوگئے۔ اِس وجہ سے کبھی آپ ہسپتال میں ہوتے کبھی خانقاہ میں۔ رمضان المبارک میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ کو بندہ رفیق اذفر صاحب کے ساتھ عازمِ لاہور ہوا۔ بندہ نے انسولین بھی ساتھ رکھ لی کہ اگر آج ملاقات نہ ہوئی تو رات خانقاہ میں گزاریں گے اور حضرت سے ملاقات کرکے ہی واپس آئیں گے۔ اُس دن افطاری کے بعد حضرتؒ کی صرف زیارت ہی ہوئی ملاقات نہ ہوسکی۔ چنانچہ رات خانقاہ ہی میں ٹھہر گئے۔ ۲۶ر رمضان المبارک کی سحری کرنے کے بعد بندہ انسولین کا انجکشن لگا رہا تھا کہ قاری شبیر احمد صاحب بھاگتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اِس وقت حضرتؒ ہوش میں ہیں اِس لیے فوراً اُن سے ملاقات کرلیں، مبادا دروازہ بند ہوجائے۔ بندہ نے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور حضرتؒ کے کمرہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوگئے۔ حضرتؒ کا حال پوچھا تو حسبِ معمول اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، کچھ دیر تک ہم بیٹھے رہے پھر اجازت لے کر واپس مسجد میں آگئے۔ فجر کی نماز کے بعد ایک نوجوان آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کو رضوان صاحب حضرتؒ کے کمرہ میں بلا رہے ہیں۔ بندہ حاضر ہوگیا حضرتؒ ہوش میں تھے، میں نے مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا۔ اُس وقت کمرہ میں شاہ صاحبؒ، رضوان بھائی، مولانا خدا بخش صاحب ملتان والے اور میرے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ رضوان بھائی نے حضرتؒ کے سرہانے والا بلب روشن کیا اور ہمارے سامنے دو کاغذ رکھ دیے، میں اور مولانا خدا بخش اِنہیں دیکھنے لگے، اِن پر بہت سے نام لکھے تھے میں نے رضوان صاحب سے پوچھا یہ کیسے نام ہیں؟ تو کہنے لگے یہ حضرتؒ کے مجاز خلفاء کی فہرست ہے۔ میں اِسے پڑھنے لگا، کچھ حضرات سے میں واقف تھا اور اکثر سے ناواقف۔ اِس فہرست میں اپنا نام دیکھا تو میں پریشان ہوگیا اور بے اختیار ہوکر

رونے لگا کہ میں تو اِس قابل نہیں ہوں یہ کیا ہو گیا۔

میں نے حضرتؒ سے احتجاج کرنا چاہا تو مولانا خدا بخش صاحب نے فرمایا حضرت بیمار ہیں اُنہیں تکلیف ہوگی نیز وہ اہل اور نا اہل کی خوب پہچان رکھتے ہیں اِس لیے آپ اُنہیں تکلیف مت دیں۔ اَب میں مجبورًا خاموش ہو گیا پھر جب اِس فہرست میں پروفیسر رفیق اذفر صاحب کا نام دیکھا تو میں نے رضوان صاحب سے پوچھا کہ پروفیسر صاحب کو بلالاؤں؟ انہوں نے اجازت دے دی تو میں اپنی آنکھیں صاف کرنے کے بعد رفیق اذفر صاحب کو بلا لایا اور فہرست اُنہیں تھمادی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر فہرست دیکھنے لگے۔ حضرتؒ ہوش میں تھے اور ہماری تمام کیفیت کو دیکھ رہے تھے۔ پھر مولانا خدا بخش صاحب اُٹھے اور حضرتؒ کے سینے پر سر رکھ کر کہا، حضرت! ہم تو اِس قابل نہیں ہیں لیکن اگر آپ ہمیں اِس قابل سمجھتے ہیں تو ہمارا ذمّہ بھی لیں، یہی بات میں نے بھی دوہرادی۔ حضرتؒ نے فرمایا خدا تعالیٰ ذمّہ دار ہے۔ جب ہم نے اِس بات کو دوبارہ اور سہ بار دوہرایا تو حضرتؒ نے فرمایا ہاں پہلے خدا ذمّہ دار ہے اُس کے بعد میں بھی ذمّہ دار ہوں اور سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ اِس کے بعد حضرت نے جانے کی اجازت دے دی اور ہم دست بوسی کے بعد کمرہ سے باہر نکل آئے۔ اِس واقعہ کے بعد تین چار مرتبہ حاضرِ خدمت ہوا پہلے مصافحہ ہو جاتا تھا لیکن آخری مرتبہ صرف زیارت ہی ہو سکی۔

سانحۂ اسلام آباد، جامعہ حفصہؓ کی ہزاروں طالبات کی مظلومانہ شہادت، عبدالرشید غازی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت جیسے سانحات کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اِنتہائی دلبرداشتہ ہو گئے تھے اور واصل بحق ہونے کے لیے بے قرار تھے۔ اُزبکستان سے واپسی کے بعد مرض کی شدت کے دَوران بوقتِ ملاقات بندہ نے جب بھی یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کاملہ سے نوازے تو بسا اَوقات آپؒ نے فرمایا دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اَب قبول فرمالے اِس لیے آپ اپنے تمام کاموں کو جلد از جلد سمیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضرتؒ تو اب اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ گئے لیکن ہم یتیم ہو گئے۔ حضرتؒ جیسی شفیق ہستی اَب کہاں ملے گی۔ ہم تو اَب اِس شعر کا مصداق بن کر رہے گئے ہیں۔

رو رہی ہے آج اِک ٹوٹی ہوئی مینا اُسے کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

ہمارے شاہ جیؒ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ سب کے تھے۔ علماء وصلحاء ہوں یا طلباء واَساتذہ، زاہد

ہوں یا رِند مشرب، مدارس والے ہوں یا مساجد والے، صحافی ہوں یا اہلِ قلم، ڈاکٹرز ہوں یا انجینئرز، ختمِ نبوت والے ہوں یا ملتِ اسلامیہ والے، مجاہدین ہوں یا شہداء کے ورثاء آپ سب کے لیے شجرِ سایہ دار تھے۔ سب لوگ اپنے دُکھ اور دَرد آپ کے سامنے رکھ کر اپنا دل ہلکا کر لیتے اور آپ اُن سب کے زخمی دلوں پر مرہم رکھ کر شفایاب کر دیتے تھے۔ اَب آپ کے بعد ایسی جامع شخصیت کہاں سے ملے گی جو ہمدردی وغمگساری کے ساتھ ساتھ دلوں کو حُبِّ خداوندی اور عشقِ نبی الانبیاء سے منور کرے گی۔ بقول اقبالؒ

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون　　　اُٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون

دُعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپؒ کی قبر مبارک کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے اور آپؒ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے، آپ کی تمام اَولاد واَحفاد کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آپؒ کی خانقاہ کو تا قیامت باعثِ رُشد وہدایت بنائے اور آپؒ کے تمام خدام کو اتحاد واِتفاق اور محبت و مروت کے ساتھ آپؒ کے سلسلۂ طریقت کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی توفیق عطاء کرے، آمین ثم آمین۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا　　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

✿ ✿ ✿

بقیہ : گلدستۂ احادیث

حضرت عمرؓ نے (سن کر) فرمایا: اِس کے لیے (جنت) واجب ہوگئی، پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اُس کی میت کا شر و برائی کے ساتھ تذکرہ ہوا، حضرت عمرؓ نے (سن کر) فرمایا: اِس کے لیے (جہنم) واجب ہوگئی۔ ابوالاسودؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا امیر المومنین اِن کے لیے کیا چیز واجب ہوگئی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تو وہی بات کہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے کہی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں چار آدمی خیر وبھلائی کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر تین آدمی گواہی دیں تب بھی؟ آپ نے فرمایا اگر تین آدمی گواہی دیں تب بھی۔ ہم نے عرض کیا اگر دو آدمی گواہی دیں تب بھی؟ آپ نے فرمایا اگر دو آدمی گواہی دے دیں تب بھی، پھر ہم نے آپ سے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

✿ ✿ ✿

دینی مسائل

﴿ نومولود کو دُودھ پلانے کا بیان ﴾

کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی ؟

مسئلہ : کسی مرد کے دُودھ اُتر آیا تو اُس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستان میں دُودھ اُتر آیا تو اُس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : کنواری لڑکی کے پستان سے زرد پانی نکلا تو اُس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

مسئلہ : کسی بیماری یا تکلیف کے وجہ سے جو پانی نکلے پھر وہ زرد رنگ کا ہو یا بے رنگ ہو اُس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر بچے کی آنکھ میں یا اُس کے کان میں یا اُس کی پیشاب کی نالی میں یا پاخانے کی جگہ میں عورت کے دُودھ کے قطرے ٹپکائے یا سر اور پیٹ کے زخم میں دُودھ کے قطرے ٹپکائے تو رضاعت ثابت نہ ہوگی

مسئلہ : دو بچوں نے ایک بکری یا ایک گائے کا دُودھ پیا تو اُس سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ آپس میں بہن بھائی نہیں بنے۔

مسئلہ : عورت نے کسی اور کے بچے کے منہ میں پستان دیا لیکن اُس کو یہ معلوم نہیں کہ دُودھ اُترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ حرمتِ رضاعت اُس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور سے دُودھ کے حلق میں پہنچنے کا یقین نہ ہو جائے۔

مسئلہ : مرد کو اپنی بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے لیکن اگر پی لیا تو بیوی حرام نہیں ہوئی کیونکہ دو برس کی عمر کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر عورت کے دُودھ کا پنیر بنا دیا اور وہ بچے نے کھایا تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۶

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی ﴾

5 - امریکا میں :

براعظم امریکا کا اِنکشاف پندرہویں صدی میں ہوا، اور اُنیسویں صدی میں یہودی بہت بڑی تعداد میں وہاں پہنچے، اُنیسویں صدی کے نصف سے بیسویں صدی کے نصف تک تقریباً سو سال کے عرصہ میں اِتنی بڑی تعداد میں یہودی امریکا میں داخل ہوئے کہ اُن کی آبادی چھ ملین کے قریب ہوگئی جن میں سے نصف تعداد صرف نیو یارک میں رہتی ہے۔

اُنیسویں صدی کے اَواخر سے بیسویں صدی کے اَواسط تک یہودی اپنی معاشی و مالیاتی پالیسیوں کے ذریعہ امریکا میں دولت و ثروت کے بادشاہ بن گئے، اُنہوں نے سونے، معدنیات اور پٹرول کے سرچشموں پر قبضہ کرلیا۔ تجارتی صنعتی اور زراعتی کمپنیاں اِن کی دست نگر ہوگئیں، بنک اور اِسٹاک ایکسچینج اِن کے قبضہ میں آگئے، اِنہوں نے سپلائی مارکٹس، اناج کے گوداموں اور تمام غذائی اشیاء پر اپنا قبضہ جمادیا، سینماسٹی (ہولیوڈ) بھی اِن کی گرفت میں آگیا جس کو اُنہوں نے پروٹوکول کے مطابق خاص منصوبہ کے تحت استعمال کیا۔ صحافت، اشاعتی اِداروں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی اِنہوں نے قبضہ کرلیا، اِس سب پر مستزاد اور عالمی خطرہ کی گھنٹی یہ تھی کہ اِنہوں نے جمہوریہ کے صدور، وہائٹ ہاؤس کے ارکان اور حکومتی اداروں پر بھی اپنی کمندیں ڈال دیں۔

امریکا میں یہودیوں کے اثر و نفوذ کا اندازہ دونوں عظیم جنگوں کے دوران ذیل کے نقشہ سے لگایئے :

۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء وِلسن کے دَور میں		۱۹۳۹ء - ۱۹۴۵ء روزولٹ کے دَور میں

معاشی اُمور کے ایڈوائزر یہودی برنارڈ باروخ جس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ سب سے زیادہ طاقت کا مالک ہے۔		مشیر معاشیات برنارڈ باروخ
مشیر مالیات یہودی ملیز ہنری مارگانٹو		مشیر مالیات ہنری مارگانٹو جو بعد میں وزیر مالیات ہوگیا تھا، دو ہزار ملین ڈالر کا وہ خود مالک تھا۔
مشیر سیاسیات یہودی کرنل مانڈل		مشیر سیاسیات صموئیل روزنمین
مشیر بین الاقوامی قانون یہودی وولٹر لیمان		مشیر بین الاقوامی قانون یہودی وولٹر لیمان
قانونی مشیر یہودی جسٹس لوئس برانڈس ممبر عدالت علیا		قانونی مشیر یہودی جسٹس لوئس برانڈس
صدر مشیرانِ سیاست یہودی ملیز فلیکس فرانکفورٹ		صدر مشیرانِ سیاست فلیکس فرانکفورٹ

روز ولٹ خود بھی یہودی تھا، اُس کے خاندان کا نام ROSENVELT تھا، اُس نے اپنی حکومت کے دوران ہر محکمہ میں یہودیوں کو بھر دیا اور اُنہیں معاشیات اور طبعی پیداوار کے ذخائر کا مالک بنا دیا، روز ولٹ کے دور میں ''ستارۂ داؤد'' کو محکمہ ڈاک کی علامت بنا دیا گیا، فوج کی چھٹی بٹالین کے خود پر اُس کا نشان لگایا گیا، امریکی بحری طاقت کی مہروں، ڈالر اور صدر جمہوریہ مڈل شیکا گو کی پولیس کے طغرے اور متعدد

علاقوں کے میئر کے سینہ پر علامت کے لئے ''مڈل'' ستارۂ داوٗد'' کا انتخاب کیا گیا۔

امریکی مجاہد ''انڈ منڈسن'' نے اپنی کتاب (I Testify) میں اُس یہودی مونوگرام کی تصویر دی ہے جس کے چھ کناروں پر اُن بڑے یہودیوں کے نام ہیں جو ''روزولٹ'' اور اُس کے بعد کے حکام کے دوروں میں اپنی حکومت چلاتے رہے، تصویر اِس طرح ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ : اللہ ہی خالق ہے اور وہی راہ دِکھانے والا ہے

وہ کہتا ہے میں آٹھ سال نہیں لگاؤں گا اور تبلیغ والا سال نہیں لگاؤں گا چِلّا نہیں لگاؤں گا پوری زندگی لگاؤں گا۔ کیسے لگاؤں گا؟ نہ روٹی کھاؤں گا نہ چائے پیوں گا نسوار بھی نہیں کھاؤں گا بیٹھا ہی رہوں گا ڈٹ کے بیٹھا ہوں اور آگے سے حملہ پیچھے سے حملہ دائیں سے حملہ بائیں سے حملہ کوئی کوئی تیرے تک پہنچے گا پھر دیکھ لینا۔ اور اللہ نے اِس کی تصدیق کی کہ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ . وَلَاتَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ . (جاری ہے)

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳ / مارچ کو جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے اور رات کا کھانا حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے ساتھ تناول فرمایا اور مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔

۲۵ / صفر ۱۴۲۹ھ / ۴ مارچ ۲۰۰۸ء بروز منگل مسجدِ حامد کے تینوں اَطراف شمالی جنوبی اور مشرقی برآمدے کا فرش کچا کیا گیا، صبح کام شروع ہو کر بعد عشاء مکمل ہوا، والحمدللہ۔

۱۱ / مارچ کو حضرت مہتمم صاحب کی دعوت پر حضرت مولانا طارق جمیل صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ دوپہر کے کھانے کی دعوت پر جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، بعد ظہر واپس تشریف لے گئے۔

۱۶ / مارچ کو سہ پہر تین بجے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا، بعد اَزاں چائے تناول کی اور بعد عصر واپس تشریف لے گئے۔

۲۰ / مارچ کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ماڈل ٹاؤن میں جناب ڈاکٹر نعیم الدین صاحب کی دعوت پر اُن کی قیام گاہ درس کے لیے تشریف لے گئے اور بعد اَز مغرب خواتین و حضرات سے اِسلام کی عظمت اور برتری کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۳ / مارچ کو بعد اَز نماز مغرب جناب حافظ تنویر احمد صاحب شریفی جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور رات کا کھانا تناول فرمایا۔ جامعہ کی تعلیمی اور تعمیری احوال کو دیکھ کر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

رُودادِ سفر اِسلام آباد : ﴿ از : محمد عامر اَخلاق، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

۲۱ / مارچ بروز جمعۃ المبارک ۱۵:۱۱ بجے صبح حضرت جامعہ مدنیہ کریم سے اسلام آباد روانہ ہوئے۔ جس میں راقم الحروف محمد عامر اخلاق و شہباز (متعلم جامعہ مدنیہ جدید) حضرت کے رفیقِ سفر تھے۔ تقریباً 11:45 پر گاڑی گکھڑ پہنچی وہاں محمد فہد اور محمد مدثر (سابقہ طلباء جامعہ مدنیہ جدید) نے سٹاپ پر ملاقات کی اور پھر حضرت اقدس امام اہل سنت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم کے گھر تشریف لے

گئے اور حضرت سے ملاقات اور تیمارداری فرمائی، حضرت شیخ طویل عرصہ سے علیل ہے اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ اُن کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر تادیر قائم دائم رکھے، آمین۔

ملاقات کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا، تقریباً چھ بجے شام حضرت کے چچا سسر محترم محمد یوسف صاحب کاکاخیل کے گھر تشریف لے گئے کچھ دیر گفت وشنید کے بعد مغرب کی نماز جامع مسجد I-9 میں ادا کی اور چچا یوسف سے اجازت لی اور پھر عمر اِرشاد (متعلم جامعہ مدنیہ جدید) کے اصرار پر اُن کے گھر کری روڈ صادق آباد راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں عمر اِرشاد صاحب اور دیگر برادران نے ملاقات کی۔ آٹھ بجے نمازِ عشاء ادا کی اور عمر اِرشاد کے گھر سے I-8 مرکز اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں بھائی محمد فیاض (متعلم جامعہ مدنیہ جدید درجہ سابعہ) کی دعوتِ ولیمہ تھی۔ متعلم محمد فیاض اور اُن کے والد حاجی خدا بخش صاحب و چچا مولا بخش صاحب نے حضرت کا استقبال کیا۔ حضرت ہال میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں محمد فیاض کے بھائی محمد زبیر، محمد الیاس اور مولانا صابر حسین صاحب (مدرس جامعہ فریدیہ) مولانا مفتی صبر گل صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب (تلہ گنگ) اور دیگر مقامی حضرات سے ملاقات فرمائی۔

اِس تقریب میں جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء کافی تعداد میں موجود تھے، دعوتِ طعام سے فارغ ہونے کے بعد رات ساڑھے گیارہ بجے روانہ ہو کر بارہ بجے محترم الحاج شعیب صاحب کے گھر راولپنڈی تشریف لے گئے جہاں حاجی صاحب کے صاحبزادہ محترم سہیل صاحب منتظر تھے۔ سہیل صاحب نے سب مہمانوں کو آرام کے لیے بستروں پر پہنچایا اور سب نے آرام کیا۔ اگلی صبح ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ وقت حاجی شعیب صاحب اور اُن کے دُوسرے صاحبزادے مولانا محمد قاسم صاحب نے حضرت سے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ ساڑھے گیارہ بجے صبح حاجی شعیب صاحب کے گھر سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر حضرت کے ساتھ جامعہ کے طلباء محمد عامر اَخلاق، محمد شہباز، محمد مہتاب عالم، محمد افضل رفیق سفر تھے۔ رات ساڑھے سات بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی اور سفر اپنے اختتام کو پہنچا، والحمد للہ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)